تحقيق ضوابط سجود السهو
في الصـــلاة

تأليف :الشيخ وليد بن راشد السعيدان

(اردو ترجمعہ فیض اللہ خان)

بسم الله الرحمن الرحيم

المقدمة

إن الحمد لله نحمده ونستعينه ونستهديه ونستغفره ونعوذ بالله من شرور أنفسنا وسيئات أعمالنا من يهده الله فلا مضل له ومن يضلل فلا هادي له وأشهد ألا إله إلا الله وحده لا شريك لـه وأشهد أن محمد اً عبده ورسوله صلى الله عليه وسلم وعلى آله وسلم تسليماً كثيراً ثم أما بعد :-

سجودِ سہو کا باب بہت اہم اور عظیم ابواب میں سے ہے، کیونکہ اس کا تعلق اسلام کے دوسرے رکن یعنی نماز سے ایسا ہے جیسے مرمت کرنے والے کا مرمت کیے جانے والے سے تعلق ہوتا ہے۔یہ نماز میں ہونے والی کسی زیادتی، کمی یا شک کو دور کرنے والا شمار ہوتا ہے۔

اور چونکہ اس کے بعض مسائل مشکل ہیں، اس کی صورتیں اور فروع زیادہ ہیں، لیکن یہ پیچیدہ نہیں ہے، اسی لیے یہ اہم باب ان ابواب میں سے بن گیا ہے جنہیں طلبہ نے چھوڑ دیا ہے اور ان میں رغبت کم کر دی ہے، خاص طور پر ائمہ نے۔اسی وجہ سے اس باب میں واضح غلطیاں اور کھلی مخالفتیں کثرت سے پائی جاتی ہیں، یہاں تک کہ بعض اوقات انسان کو علم بھی نہیں ہوتا اور نماز ہی کے باطل ہونے کا سبب بن جاتی ہیں۔اس لیے ان پر لازم ہے کہ اس باب کے مسائل سیکھیں، ان میں جو مشکل ہو اس کے بارے میں سوال کرنے کی پوری کوشش کریں، اور اس کی دلیلوں کو یاد کرنے اور ان پر عمل کرنے میں پوری محنت کریں۔اور اس پر خاص توجہ دیں، اسے ان دوسرے مسائل پر مقدم رکھیں جن کی ضرورت کبھی کبھار اور بہت کم پیش آتی ہے۔اس موضوع پر کتابیں لکھی گئی ہیں، لیکن ان میں سے بعض میں دلیل کی طرف رجوع نہیں کیا گیا، اور بعض میں صرف مسائل ذکر کر دیے گئے ہیں بغیر ان کے اصول بیان کیے۔

اسی وجہ اور دیگر وجوہات کی بنا پر میں نے چاہا کہ اس باب کو آسان بنانے اور اسے ضابطوں کے ساتھ باندھنے میں شریک ہوں، اور یہ ضوابط میرے اجتہاد میں دلیل کے موافق ہیں، ان کی نقلی اور عقلی دلیلوں کو ذکر کرتے ہوئے۔ ساتھ ہی ان سوالات کا جواب بھی دیا ہے جن کا جواب دینا ضروری ہے، اور دلائل کی صحت اور ضعف کی وضاحت بھی کی ہے۔میں نے اس کا نام رکھا ہے: "تحقیق ضوابط السہو".

لیکن اس کتاب کو دیکھنے والا یہ جان لے کہ یہ ایک کمزور انسان کی کوشش ہے، اور بشر کے عمل سے خالی نہیں ہوتا کہ اس میں کمی، کوتاہی، غلطی یا زیادتی نہ ہو۔لہٰذا میں امید کرتا ہوں کہ دیکھنے والا اگر کوئی لغزش پائے تو اس کے مؤلف کے لیے دعا کرے اور اس کے لیے استغفار کرے، اور بھائیوں کے درمیان جو واجب نصیحت ہے اس میں جلدی کرے۔میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اس کتاب کو مسلمانوں کے لیے نفع بخش بنائے، اور اس کو اس اہم باب میں ایک مرجع بنا دے، اور اسے ایسا نیک عمل لکھ دے جو میری قبر میں میرے کام آئے۔بے شک وہی اس کا ولی اور اس پر قادر ہے۔اور اب اصل مقصد کی طرف آتا ہوں، اللہ ہی مددگار ہے اور اسی پر بھروسہ ہے، تو میں کہتا ہوں:

پہلا مسئلہ

ہر واجب اگر سہواً چھوڑ دیا جائے اور اس کا محل نکل جائے تو وہ فوت ہو جاتا ہے، اور اس کا سجدہ سلام سے پہلے ہے۔

یہ قاعدہ نماز کے تمام واجبات میں عام ہے جنہیں فقہاء نے بیان کیا ہے، اور وہ یہ ہیں:

تکبیرات (البتہ تکبیرِ تحریمہ اس سے مستثنیٰ ہے)،

سمع الله لمن حمده کہنا،

ربنا ولك الحمد کہنا،

رکوع اور سجدے کی تسبیحات،

دونوں سجدوں کے درمیان مغفرت کی دعا،(رب اغفر لی۔ یا کوئی اور ماثور دعا)

پہلا تشہد اور اس کی بیٹھک۔

یہ سب نماز کے واجبات ہیں۔ پس اگر آدمی ان میں سے کسی واجب کو چھوڑ دے تو دو صورتوں سے خالی نہیں: اگر عمداً چھوڑے تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی اور اس پر سجود سہو نہیں ہے، کیونکہ جان بوجھ کرمیں سجود سہو نہیں کیا جاتا، جیسا کہ آگے ان شاء الله آئے گا۔ اور اگر سہواً چھوڑے تو پھر یہ دیکھا جائے گا کہ اس کا محل فوت ہوا یا نہیں۔ اگر اس کا محل فوت نہیں ہوا تو وہ واجب فوت نہیں ہوا، بلکہ اس پر لازم ہے کہ اسے فوراً ادا کرے، اور اس پر سجود سہو بھی نہیں ہے۔ اور اگر اس کا محل جس کے لیے وہ واجب مشروع تھا نکل گیا تو وہ واجب فوت ہو گیا۔ ایسی صورت میں آدمی کے لیے یہ جائز نہیں کہ واپس پلٹ کر اسے ادا کرے، بلکہ وہ اپنی نماز مکمل کرے گا اور سلام سے پہلے سجدہ سہو کرے گا۔

اس قاعدے کی دلیل وہ حدیث ہے جو شیخین (بخاری و مسلم) نے عبداللہ بن بحینہ رضی الله عنہ سے روایت کی کہ نبی ﷺ نے ان کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھی تو پہلی دو رکعتوں میں بیٹھے بغیر کھڑے ہوگئے۔ لوگ بھی آپ کے ساتھ کھڑے ہوگئے۔ یہاں تک کہ جب آپ نے نماز پوری کر لی اور لوگ آپ کے سلام کا انتظار کرنے لگے تو آپ بیٹھے ہوئے تکبیر کہہ کر دو سجدے کیے، پھر سلام پھیرا۔۔ اور مسلم کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:"آپ نے ہر سجدے میں تکبیر کہی اور بیٹھے ہوئے سجدہ کیا، اور لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ سجدہ کیا، تو یوں آپ نے وہ پورا کیا جو درمیانی تشھد چھوٹ گئی تھی۔" اس سے استدلال کئی پہلوؤں سے ہوتا ہے، ان میں سے:

یہ کہ نبی ﷺ نے پہلا تشہد چھوڑ دیا تھا اور سلام سے پہلے سجدہ سہو کیا۔ حالانکہ پہلا تشہد واجب ہے۔ پس ہم نے اس پر قیاس کیا کہ نماز کے ہر واجب کے چھوٹنے پر یہی حکم ہوگا۔

یہ کہ نبی ﷺ نے ذکر کیا کہ انہوں نے پہلا تشہد بھلا دیا، حالانکہ آپ نماز کے دوران ہی میں تھے، اور کسی نے آپ کو تسبیح کے ساتھ متنبہ بھی نہ کیا۔ یہ اس وجہ سے نہیں کہ وہ بھی بھول گئے تھے بلکہ اس لیے کہ انہوں نے گمان کیا کہ نماز میں کوئی نئی چیز مشروع ہوگئی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر پہلا تشہد اپنے محل سے نکل جائے تو وہ فوت ہو جاتا ہے۔ اور اگر فوت نہ ہوتا تو نبی ﷺ واپس پلٹ کر اسے ضرور ادا کرتے۔ لیکن جب آپ نے ذکر آنے کے باوجود پلٹ کر نہ کیا، تو اس سے پتہ چلا کہ وہ اپنے محل کے فوت ہوجانے سے ساقط ہوگیا۔ اور چونکہ وہ واجب ہے، اس پر ہم نے نماز کے تمام واجبات کو قیاس کیا۔

راوی نے یہ کہا" :اور لوگوں نے اس جگہ سے سجدہ کیا جہاں بیٹھنا چھوٹ گیا تھا۔"

اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ یہ دونوں سجدے صرف پہلے تشہد اور اس کی بیٹھک چھوڑنے کے سبب تھے، نہ کہ کسی اور سہو کے سبب۔ اور یہ سلام سے پہلے کے تھے۔ پس ہم نے کہا کہ یہی حکم ہر واجب میں ہے۔ اور الله بہتر جانتا ہے۔ اور اس پر ایک اور دلیل بھی ہے، اور وہ ہے مغیره

بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت" :جب تم میں سے کوئی شک کرے اور دو رکعتوں میں کھڑا ہوجائے، اور وہ پوری طرح کھڑا ہوجائے، تو چاہیے کہ آگے بڑھ جائے اور پلٹ کر نہ بیٹھے، اور دو سجدے کرے۔ اور اگر پوری طرح کھڑا نہ ہوا ہو تو چاہیے کہ بیٹھ جائے، اور اس پر کوئی سجدہ سہو نہیں ہے۔"اسے ابو داود، ابن ماجہ اور دارقطنی نے روایت کیا ہے اور یہ الفاظ دارقطنی کے ہیں۔ لیکن اس کی سند ضعیف ہے کیونکہ اس کی اصل جابر الجعفی پر موقوف ہے اور وہ بہت ہی ضعیف ہے۔ البتہ اس کی متابعت قیس بن الربیع نے مغیرہ بن شبیل سے کی ہے، اور اسے طحاوی نے روایت کیا ہے۔ اور اس کی متابعت ابراہیم بن طہمان نے بھی ابن شبیل سے کی ہے، اور اس کی سند صحیح ہے۔ پس مغیرہ کی حدیث تمام طرق کے مجموعے سے تقویت پاتی ہے اور "صحیح لغیرہ" کے درجے تک پہنچ جاتی ہے۔

اس حدیث سے استدلال کا پہلو یہ ہے کہ نبی ﷺ نے پہلے تشہد کو بھول جانے کی تفصیل بیان کی۔ گویا آپ نے فرمایا: یہ دو حالتوں سے خالی نہیں:

1 .پہلی حالت:

اگر نمازی پوری طرح کھڑا ہوگیا ہو، یعنی اس کا محل نکل گیا ہو (کیونکہ پہلے تشہد کا محل قیام مکمل ہونے سے پہلے ختم ہو جاتا ہے) تو آپ نے فرمایا" :اگر وہ پوری طرح کھڑا ہوگیا ہو تو آگے بڑھ جائے اور واپس نہ آئے۔" یعنی وہ تشہد کے محل کی طرف پلٹ کر نہ بیٹھے، کیونکہ اس کا محل نکل گیا ہے۔ تو ہم نے اس پر قیاس کیا کہ نماز کے ہر واجب کا حکم یہی ہے: جب اس کا محل نکل جائے تو وہ بھی اس کے نکلنے سے ساقط ہوجاتا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا" :اور وہ دو سجدے کرے۔" ۔ اور ظاہر یہ ہے کہ یہ سجدے اس بیٹھک کے چھوٹنے کی وجہ سے تھے۔

2 .دوسری حالت:

آپ کا فرمان: " اور اگر وہ پوری طرح کھڑا نہ ہوا ہو تو بیٹھ جائے۔"

یعنی اگر اس نے محل نکلنے سے پہلے ہی بیٹھنے کو یاد کرلیا تو چونکہ محل ابھی باقی ہے، لہٰذا اس پر لازم ہے کہ بیٹھ جائے اور تشہد ادا کرے۔ تو ہم نے اس پر قیاس کیا کہ ہر واجب کا حکم یہی ہے کہ اگر آدمی کو محل نکلنے سے پہلے یاد آجائے تو اسے ادا کرنا واجب ہے۔پھر آپ نے فرمایا : "اور اس پر کوئی سجود سہو نہیں ہے۔" یعنی اگر آدمی نے واجب کو محل نکلنے سے پہلے یاد کرلیا اور اس پر عمل کرلیا تو اس پر سہو کا سجدہ نہیں ہے، کیونکہ اس نے اس واجب کو اس کی اصل صفت کے ساتھ ادا کرلیا۔ اور ہم نے ہر واجب کا حکم اسی پر قیاس کیا کہ جب محل کے اندر یاد آجائے اور بجا لایا جائے تو سہو کا سجدہ نہیں ہوگا۔

باقی یہ سوال رہ جاتا ہے کہ حدیث میں آیا ہے" : وہ دو سجدے کرے"

لیکن اس میں یہ وضاحت نہیں کہ یہ سجدے سلام سے پہلے ہوں یا بعد میں۔

تو میں کہتا ہوں: اس حدیث کا ایک واقعہ ہے، اور وہ یہ کہ امام احمد نے مسند میں، اور ابو داود و ترمذی وغیرہ نے روایت کیا ہے، زیاد بن علاقہ کہتے ہیں:

" ہمیں مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی۔ جب انہوں نے دو رکعتیں پڑھ لیں تو بیٹھے بغیر کھڑے ہوگئے۔ پیچھے والوں نے سبحان اللہ کہا لیکن آپ نے انہیں اشارہ کیا کہ کھڑے ہوجاؤ۔

پھر جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو سلام پھیرا، پھر دو سجدے کیے اور سلام پھیرا۔ پھر فرمایا: ہمیں رسول اللہ ﷺ نے بھی اسی طرح نماز پڑھائی تھی۔"

پس مغیرہ رضی اللہ عنہ نے پہلے تشہد کے چھوٹ جانے پر سلام کے بعد سجدہ کیا اور کہا:

" ہمارے ساتھ رسول اللہ ﷺ نے بھی اسی طرح کیا تھا۔"تو اس حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ جس نے پہلا تشہد چھوڑا ہو وہ سلام کے بعد سجدہ کرےلیکن ابن بحینہ کی حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ نبی ﷺ نے اس کا سجدہ سلام سے پہلے کیا۔ یوں یہ دونوں احادیث آپس میں بظاہر متعارض ہیں:

مغیرہ کی حدیث بتاتی ہے کہ پہلا تشہد چھوٹنے پر سجدہ سلام کے بعد ہے۔

ابن بحینہ کی حدیث بتاتی ہے کہ یہ سجدہ سلام سے پہلے ہے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس تعارض میں کیا کیا جائے؟

میں کہتا ہوں: بعض علماء نے ان دونوں کو جمع کرنے کی کوشش کی ہے۔

چنانچہ بعض نے کہا: دونوں طریقے جائز ہیں، کیونکہ یہ دونوں روایتیں رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہیں۔ابن بحینہ نے وہ نقل کیا جو انہوں نے دیکھا، اور مغیرہ نے وہ نقل کیا جو انہوں نے دیکھا، اور دونوں صحیح ہیں۔ پس یہ عبادات میں تنوع کی ایک صورت ہے: کبھی انسان سلام سے پہلے سجدہ کرے اور کبھی بعد میں۔اور بعض علماء نے کہا کہ ہمیں ترجیح کا راستہ اختیار کرنا چاہیے۔

کیونکہ :ابن بحینہ کی حدیث دونوں صحیحین میں ہے، اور اسے زہری، یحییٰ بن سعید انصاری، عبدالرحمن اعرج اور عبداللہ بن بحینہ رضی اللہ عنہ کی سند سے نقل کیا گیا ہے۔ جبکہ مغیرہ کی حدیث اپنی انفرادی سند کے لحاظ سے ضعیف ہے، البتہ اسے متابعات سے تقویت ملی ہے، لیکن ان متابعات میں بھی کچھ ضعف موجود ہے۔ اس لیے تعارض کی صورت میں ابن بحینہ کی حدیث زیادہ قوی اور معتبر ہے۔ اسی طرح ابن بحینہ کی حدیث میں واقعہ پورے تفصیل کے ساتھ نقل ہوا ہے، بغیر کسی اجمال کے۔ جبکہ مغیرہ کی حدیث میں یہ ہوا کہ انہوں نے ایک عمل کیا اور پھر کہا : "ہمارے ساتھ رسول اللہ ﷺ نے بھی ایسا کیا تھا۔" لیکن ہم یہ نہیں جانتے کہ ان کے اس قول سے مراد پورا عمل ہے یا اس کا کچھ حصہ۔ مزید یہ کہ جب مغیرہ رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے قولی روایت بیان کی تو اس میں کہا" :اور وہ دو سجدے کرے۔" لیکن یہ ذکر نہیں کیا کہ وہ سلام سے پہلے ہوں گے یا بعد میں۔ اگر یہ تفصیل انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے قول کی صورت میں محفوظ کی ہوتی تو لازماً بیان کرتے۔ پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ عمل کی تفصیل تو بیان کریں اور قول میں اس کی وضاحت نہ کریں؟ اسی لیے نبی ﷺ کے قول و فعل کی صریح روایت لینا افضل ہے، بجائے اس کے کہ صحابی کے عمل کو اجمالی انداز میں لیا جائے جبکہ دوسری طرف ایک صحابی پوری تفصیل کے ساتھ نقل کر رہا ہے۔ مزید یہ کہ ممکن ہے مغیرہ رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کے قول "اور وہ دو سجدے کرے" سے یہ سمجھا ہو کہ وہ سلام کے بعد ہیں۔

لیکن ان کا یہ فہم حجت نہیں، کیونکہ یہ نبی ﷺ کے صریح فعل کے خلاف ہے۔اور کسی کا قول یا عمل، نبی ﷺ کے قول یا عمل کے مقابلے میں حجت نہیں ہوتا۔اور کسی روایت میں بھی یہ ذکر نہیں کہ نبی ﷺ نے ایسا کیا ہو، یعنی سلام کے بعد سجدہ کیا ہو، اس طرح جیسے ابن بحینہ نے پوری تفصیل کے ساتھ نقل کیا۔لہٰذا میرے نزدیک، اور اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے، راجح بات یہ ہے کہ ابن بحینہ کی حدیث کو مغیرہ بن شعبہ کے فعل پر ترجیح دی جائے۔اس لیے کہ وہ تمام روایات جن میں یہ ذکر ہے کہ مغیرہ رضی اللہ عنہ نے سلام کے بعد سجدہ کیا، وہ سب ضعیف ہیں۔ اس لیے کہ یہ بات (سلام کے بعد سجدے کا ذکر) صرف مسعودی (عبداللہ بن عبدالرحمن) کی روایت میں آئی ہے،

اور وہ مختلط (یعنی حافظہ میں بگاڑ کا شکار) تھے۔ اسی طرح یہ بات قیس بن الربیع کی روایت میں بھی آئی ہے، اور وہ بھی کمزور حافظہ رکھتے تھے۔ اور محمد بن عبدالرحمن ابن ابی لیلیٰ کی روایت میں بھی آئی ہے، اور وہ بھی کمزور حافظہ والے تھے۔ اگرچہ مجموعی طور پر یہ حدیث "صحیح لغیرہ" (یعنی دیگر شواہد کی بنا پر صحیح) ہے، لیکن میرا مقصود یہاں مغیرہ رضی اللہ عنہ کا فعل ہے کہ انہوں نے سلام کے بعد سجدہ کیا، تو یہ صرف انہی کمزور راویوں کی روایت سے منقول ہے۔ لہٰذا ابن بحینہ کی حدیث جو کہ سجودِ سہو کی اصل بنیاد ہے، اسے ایسی کمزور روایات کی وجہ سے چھوڑنا درست نہیں ہے۔ اس ضابطے کی دلیلوں میں سے ایک، عبدالرحمن بن شماسہ مہدی کی روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں: عقبہ جہنی نے ہمیں نماز پڑھائی، پس وہ کھڑے ہوگئے حالانکہ انہیں بیٹھنا تھا۔ لوگوں نے کہا: "سبحان اللہ! سبحان اللہ!" لیکن انہوں نے نہ بیٹھا اور اپنے قیام پر چلتے رہے۔ جب نماز کے آخر میں پہنچے تو انہوں نے بیٹھے ہوئے دو سجدے کیے۔ پھر جب سلام پھیر دیا تو کہا: "میں نے ابھی ابھی تمہیں یہ کہتے سنا کہ سبحان اللہ تاکہ میں بیٹھ جاؤں، لیکن سنت تو وہی ہے جو میں نے کیا۔" اسے حاکم نے روایت کیا اور کہا کہ یہ شیخین (بخاری و مسلم) کی شرط پر صحیح ہے اور امام ذہبی نے بھی اس کی موافقت کی۔ اس کی دلیل سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی روایت بھی ہے۔ قیس بن ابی حازم کہتے ہیں: سعد بن ابی وقاص نے ہمیں نماز پڑھائی تو وہ دو رکعتوں میں کھڑے ہوگئے حالانکہ انہیں بیٹھنا تھا۔ ہم بھی ان کے ساتھ کھڑے ہوگئے۔ جب وہ سیدھے کھڑے ہوگئے تو انہوں نے اپنی قیام ہی کو جاری رکھا یہاں تک کہ نماز مکمل کر لی۔ پھر کہا: "کیا تم یہ سمجھتے تھے کہ میں بیٹھ جاؤں؟ میں نے تو وہی کیا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کو کرتے دیکھا۔" اسے ہیثمی نے مجمع الزوائد میں روایت کیا۔ اور ایک اور دلیل وہ ہے جو امام طحاوی نے شرح معانی الآثار میں، امام دارقطنی نے اپنی سنن میں، اور امام بیہقی نے معرفہ السنن میں روایت کی ہے: محمد بن عجلان نے محمد بن یوسف سے، اور انہوں نے اپنے والد سے نقل کیا کہ معاویہ بن ابی سفیان نے ہمیں نماز پڑھائی۔ وہ کھڑے ہوگئے حالانکہ انہیں بیٹھنا تھا لیکن نہ بیٹھے۔ پھر جب نماز کے آخر میں پہنچے تو انہوں نے سلام سے پہلے دو سجدے کیے اور کہا: "میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے"۔ اسی طرح ابن عباس، ضحاک، عمران بن حصین اور عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہم اجمعین نے بھی اسی پر فتویٰ دیا ہے۔

عقل سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، کیونکہ صحیح دلائل عقلِ سلیم کے موافق ہوتے ہیں۔ اس لیے کہ جب کوئی شخص نماز کا واجب چھوڑ دے اور اس کا وقت گزر جائے تو یہ نماز میں کمی ہے۔ پس مناسب یہی ہے کہ وہ سلام سے پہلے سجدہ کر کے اس کمی کو پورا کرے۔ یہ بالکل درست قیاس ہے جو پہلے دلائل کے موافق ہے۔ لہٰذا یہ قاعدہ نقل اور عقل دونوں سے ثابت ہوگیا کہ:

جو بھی واجب انسان بھول جائے اور اس کا وقت گزر جائے، تو وہ فوت ہو جاتا ہے اور اسے لوٹانے کی اجازت نہیں ہے، بلکہ اس کی تلافی صرف سجودِ سہو سے ہوگی اور وہ سلام سے پہلے کیا جائے گا۔ اگرچہ یہ دلائل خاص طور پر تشہدِ اول کے ترک پر وارد ہوئے ہیں، لیکن ان پر تمام واجبات کو قیاس کرنا درست ہے۔ اس لیے کہ ان سب کا مشترکہ پہلو یہی ہے کہ یہ سب واجب ہیں۔ پس جب تشہدِ اول چھوٹنے پر سلام سے پہلے سجدہ سہو لازم ہوا تو دوسرے تمام واجبات بھی اسی پر قیاس ہوں گے۔ یہ تو ہوا اصولی پہلو، اب اس کی تفریعات ملاحظہ ہوں:

❶اگر کسی نے تشہدِ اول بھلا دیا اور بعد میں یاد آیا جبکہ اس کا وقت گزر چکا تھا تو ہم کہیں گے کہ یہ ساقط ہوگیا اور اب وہ واپس لوٹ کر اسے نہیں پڑھ سکتا۔ بلکہ سلام سے پہلے سجدہ سہو کرے۔

❷اگر امام نے "سمع الله لمن حمده" کہنا چھوڑ دیا اور اسے یاد بھی نہ آیا یہاں تک کہ وہ سجدے کے لیے جھک گیا، تو ہم کہیں گے یہ ساقط ہوگیا اور اب وہ پلٹ کر نہیں کہے گا بلکہ سلام سے پہلے سجدہ سہو کرے گا۔

❸اگر نمازی نے رکوع میں "سبحان ربی العظیم" یا سجدے میں "سبحان ربی الاعلی" کہنا چھوڑ دیا اور بعد میں یاد آیا جب وہ ان سے اٹھ چکا تھا، تو یہ ساقط ہوگیا اور اب وہ صرف سلام سے پہلے سجدہ سہو کرے گا۔

❹اگر نمازی نے "ربنا ولك الحمد" کہنا چھوڑ دیا اور اسے سجدے میں یاد آیا، تو یہ ساقط ہوگیا اور اب وہ صرف سلام سے پہلے سجدہ سہو کرے گا۔

❺اگر نمازی نے کسی رکن کی تکبیرِ انتقال چھوڑ دی اور وہ اگلے رکن میں مشغول ہوگیا، تو یہ ساقط ہوگیا اور وہ سلام سے پہلے سجدہ سہو کرے گا۔

اور اسی پر دیگر صورتیں بھی قیاس کی جاسکتی ہیں۔

خلاصۂ کلام دو باتوں پر ہے:

1 -جو بھی واجب بھول کر رہ جائے اور اس کا وقت نکل جائے تو وہ ختم ہوجاتا ہے۔

2 -اور واجب کے فوت ہوجانے کی صورت میں سجدہ سہو سلام سے پہلے کیا جائے گا۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔

دوسرا قاعدہ

من ترك ركنا سهواً جاء به وبما بعده وسجوده بعد السلام

جس نے کوئی رکن بھول کر چھوڑ دیا، وہ اس رکن کو اور اس کے بعد کے ارکان کو ادا کرے گا، اور اس کا سجدہ سہو سلام کے بعد ہوگا۔

یہ ضابطہ بھی پہلے ضابطے کی طرح اہم ہے، فرق صرف یہ ہے کہ پہلا ضابطہ واجبات سے متعلق تھا اور یہ ارکان کے بارے میں ہے۔ میں کہتا ہوں: فقہاء نے اپنی کتابوں میں نماز کے ارکان ذکر کیے ہیں اور ان کی رکنیّت پر نص دی ہے، اور ان میں سے بعض کو ’’حدیثِ مسیء صلاتہ‘‘ (غلط نماز پڑھنے والے کی حدیث ،جس کی نماز کو رسول کریمﷺ نے تین بار نامنظور کیا تھا اور لوٹانے کا کہا ۔بخاری 757) سے اخذ کیا ہے، اور وہ ارکان یہ ہیں:

تکبیرِ تحریمہ، سورۂ فاتحہ کی قراءت، رکوع، رکوع سے اٹھنا، سجدہ، سجدے سے اٹھنا، دونوں سجدوں کے بعد بیٹھنا، اطمینان (ہر رکن میں ٹھہراؤ)، آخری تشہد، اس کا بیٹھنا، دونوں سلام، ترتیب، قدرت کے ساتھ قیام، اور آخری تشہد میں نبی ﷺ پر درود پڑھنا۔ ان میں سے سات ارکان پر سب کا اتفاق ہے اور باقی میں اختلاف ہے۔ یہ وہ ارکان ہیں کہ اگر کوئی آدمی بھول کر بھی ان میں سے کوئی رکن چھوڑ دے تو اس پر چند باتیں لازم آتی ہیں:

پہلی بات:

یہ تمام ارکان سہو سے بھی ساقط نہیں ہوتے – یعنی ان کی ادائیگی کا مطالبہ نہ عمداً ختم ہوتا ہے نہ سہواً – اس لیے ان کی تلافی واجبات کی طرح سجدہ سہو سے نہیں ہوسکتی۔

دوسری بات:

اگر کوئی ان میں سے رکن چھوڑ دے اور دوسرے رکن میں منتقل ہوجائے تو اسے لازماً واپس پلٹنا ہوگا اور وہ رکن اور اس کے بعد کے تمام ارکان ادا کرنے ہوں گے تاکہ نماز کی ہیئت اور ترتیب درست رہے، چاہے اس نے اگلی رکعت کی قراءت شروع کی ہو یا نہیں۔اس کی وجہ یہ ہے کہ جو ارکان اس نے چھوڑے ہوئے رکن سے پہلے ادا کیے، وہ شرعاً درست طریقے سے ادا ہوئے ہیں، اس لیے ان کے باطل ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ یہی اہلِ علم کا صحیح قول ہے۔

لیکن مشہور مذہب کے مطابق اگر کوئی رکن چھوٹ جائے تو واپس آکر اسے اور بعد کے ارکان کو ادا کرے، بشرطیکہ اس نے اگلی رکعت کی قراءت شروع نہ کی ہو۔ لیکن اگر قراءت شروع کر دی تو جس رکعت میں رکن چھوٹا تھا وہ رکعت باطل ہو جائے گی اور جو رکعت اس نے شروع کی ہے وہ اس کی جگہ لے گی، کیونکہ وہ رکن فوت ہو گیا اور اب اس کا استدراک ممکن نہیں۔

یہ دلیل کمزور ہے، کیونکہ دراصل استدراک ممکن ہے، یعنی وہ پلٹ کر اسی رکن کو اور بعد کے ارکان کو ادا کرسکتا ہے۔ ان کا یہ کہنا کہ اگر وہ اگلی رکعت کی قراءت شروع کرنے کے بعد اس رکعت کی طرف پلٹا جس میں رکن چھوٹا تھا تو اس کی نماز باطل ہوگی بشرطیکہ وہ جان بوجھ کر کرے، یہ بات بہت مبالغہ آمیز ہے۔ کیونکہ جو عبادت دلیل سے ثابت ہو چکی ہو، اسے کسی اور دلیل کے بغیر باطل قرار نہیں دیا جاسکتا۔ اور کہاں ہے وہ دلیل جو اس بات پر دلالت کرتی ہو؟ میں تو کتاب و سنت میں اس کا کوئی ثبوت نہیں پاتا۔ بلکہ جو ارکان اس نے چھوڑے ہوئے رکن سے پہلے ادا کیے تھے وہ درست ادا ہوئے تھے، پھر وہ کیوں باطل ہوں گے؟

پس راجح قول اللہ کے حکم سے یہی ہے کہ اگر کوئی شخص رکن چھوڑ دے اور پھر دوسرا رکن شروع کرے اور پھر یاد آجائے تو اسے لازماً واپس پلٹ کر وہ رکن اور اس کے بعد کے ارکان ادا کرنے چاہئیں، چاہے اس نے اگلی رکعت کی قراءت ہی کیوں نہ شروع کردی ہو۔

کیونکہ اس نے چھوڑے ہوئے رکن سے پہلے جو ارکان ادا کیے تھے وہ شرعاً درست تھے، اور جو شرعاً درست ہو اسے باطل قرار دینے کی کوئی دلیل نہیں۔

تیسری بات:

اس حالت میں سجدہ سہو سلام کے بعد ہوگا۔ اس کی دلیل کئی احادیث ہیں۔

1 . ابوہریرہؓ کی حدیث :رسول اللہ ﷺ نے عصر کی دو نمازوں میں سے ایک میں صرف دو رکعت پڑھی پھر سلام پھیر دیا۔ پھر آپ ﷺ مسجد کے سامنے ایک لکڑی کے پاس جا کھڑے ہوئے اور اس پر ٹیک لگا لی، گویا ناراض ہیں۔ صحابہ میں ابوبکرؓ اور عمرؓ بھی تھے مگر انہوں نے ہیبت کی وجہ سے کچھ نہ کہا۔ لوگ جلدی جلدی نکلنے لگے اور کہنے لگے کہ نماز کم ہوگئی۔ ان میں ایک آدمی تھا جسے آپ ﷺ ''ذوالیدین'' کہتے تھے۔ اس نے کہا: یا رسول اللہﷺ ! کیا آپ بھول گئے یا نماز قصر ہوگئی؟آپ ﷺ نے فرمایا: نہ میں بھولا ہوں نہ نماز قصر ہوئی ہے۔اس نے کہا: کیوں نہیں، آپ بھول گئے ہیں۔ تب آپ ﷺ نے دو رکعت اور پڑھی، پھر سلام پھیرا، پھر تکبیر کہی اور سجدہ کیا ایسا سجدہ جو عام سجدے جیسا یا اس سے زیادہ طویل تھا، پھر سر اٹھایا اور تکبیر کہی، پھر دوبارہ

تکبیر کہی اور سجدہ کیا ایسا سجدہ جو عام سجدے جیسا یا اس سے زیادہ طویل تھا، پھر سر اٹھایا اور تکبیر کہی، پھر سلام پھیرا۔ (متفق علیہ)

بخاری کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے ظہر دو رکعت پڑھی تھی۔ لوگوں نے کہا آپ نے صرف دو رکعت پڑھی ہیں، تو آپ ﷺ نے دو رکعت اور پڑھیں، پھر سلام پھیرا، پھر دو سجدے کیے۔

(مسلم میں: یہ عصر کی نماز تھی۔ ترمذی میں: آپ ﷺ نے دونوں سجدے سلام کے بعد کیے۔)

اس حدیث سے دلیل یہ ہے کہ نبی ﷺ نے نماز کے دو رکعت کے برابر ارکان چھوڑ دیے تھے، اور جب آپ کو یاد دلایا گیا تو آپ نے انہیں پورا کیا، جس سے معلوم ہوا کہ فوت شدہ ارکان ساقط نہیں ہوتے بلکہ ان کو ادا کرنا لازمی ہے۔ پھر آپ ﷺ نے اس کے بعد سجدہ سہو سلام کے بعد کیا۔ یہ اس مسئلے میں نص صریح ہے۔

2 . عمران بن حصینؓ کی حدیث :رسول اللہ ﷺ نے عصر تین رکعتوں میں سلام پھیر دیا اور حجرے میں چلے گئے۔ ایک شخص (الحزباق) کھڑا ہوا اور کہا: یا رسول اللہﷺ، آپ نے تین رکعت پڑھی ہیں۔ آپ ﷺ غضبناک ہو کر چادر گھسیٹتے ہوئے لوگوں کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: کیا یہ سچ ہے؟ لوگوں نے کہا: جی ہاں۔ تو آپ ﷺ نے ایک رکعت پڑھی، پھر سلام پھیرا، پھر دو سجدے کیے، پھر سلام پھیرا۔ (روایت تمام کتب حدیث میں ہے سوائے بخاری و ترمذی کے)

یہاں نبی ﷺ نے ایک مکمل رکعت چھوڑی تھی جس میں کئی ارکان تھے۔ جب یاد دلایا گیا تو آپ ﷺ نے اس رکعت کو پورا کیا، پھر سلام پھیرا، پھر سجدہ سہو سلام کے بعد کیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ رکن چھوٹ جانے سے وہ ساقط نہیں ہوتا بلکہ لازماً پورا کرنا ہوتا ہے اور سجدہ سہو سلام کے بعد ہوتا ہے۔

3 .امام احمد نے عطاء سے روایت کیا کہ ابن زبیرؓ نے مغرب کی نماز صرف دو رکعت پڑھی اور سلام پھیر دیا۔ پھر حجر اسود کو بوسہ دینے کھڑے ہوئے۔ لوگوں نے سبحان اللہ کہا تو آپؓ نے باقی نماز ادا کی اور پھر دو سجدے کیے۔ جب ابن عباسؓ کو بتایا گیا تو انہوں نے کہا: اس نے سنت کو اختیار کیا۔

بعض روایتوں میں ہے کہ ابن زبیرؓ نے کہا: ’’ہمارے ساتھ بھی نبی ﷺ نے ایسا ہی کیا تھا۔‘‘

عقلی دلیل:

اگر کوئی رکن چھوٹ جائے اور بعد میں یاد آئے تو اسے لازماً ادا کرنا پڑے گا اور اس کے بعد والے تمام ارکان بھی، تاکہ نماز مکمل ہو جائے۔ جب نماز مکمل ہو جاتی ہے تو سلام سے پہلے سجدہ سہو مناسب نہیں رہتا کیونکہ یہ سجدہ نماز کے ’’نقص‘‘ کے لیے ہے، لیکن اب تو نماز مکمل ہو گئی ہے، اس لیے یہ سجدہ گویا زائد عبادت ہے، اس کا محل سلام کے بعد ہے۔ جب یہ دلیل عقل سے بھی ثابت ہے اور نقل سے بھی تو دونوں دلیلیں ایک دوسرے کی تائید کرتی ہیں – پس یہ ’’نور علی نور‘‘ والی بات ہے کہ اللہ جس کو چاہے اپنی نور کی طرف ہدایت کرتا ہے -"اور اس اہم ضابطے کے بارے میں جو بابِ سَہْو میں ہے، اس پر کچھ فروع (مسائل و مثالیں) تمہارے سامنے پیش کرتا ہوں، تو میں کہتا ہوں:"

1 .اگر کسی نے سلام پھیر دیا اور اس کی ایک یا دو رکعت باقی تھیں تو وہ انہیں پورا کرے گا، پھر سلام پھیرے گا، پھر سجدہ سہو کرے گا، پھر سلام پھیرے گا۔

2 .اگر کسی نے رکوع یا سجدہ چھوڑ دیا اور کھڑا ہوگیا تو فوراً واپس جائے گا اور وہ رکن ادا کرے گا، پھر اس کے بعد کے ارکان ادا کرے گا، کیونکہ ترتیب ٹوٹ چکی ہے۔ پھر سلام کے بعد سجدہ سہو کرے گا۔

3 .اگر کسی نے دو سجدوں کے درمیان بیٹھنا چھوڑ دیا اور اٹھ گیا، تو اسے فوراً بیٹھنا ہوگا، پھر دوسرا سجدہ اور باقی ارکان پورے کرنے ہوں گے۔ پھر آخر میں سلام پھیرے گا، پھر سجدہ سہو کرے گا، پھر سلام پھیرے گا۔ اسی طرح کی باقی مثالیں بھی ہیں۔

خلاصہ اس ضابطے کا تین نکات میں ہے:

1 .ارکان سہو کے ساتھ بھی ساقط نہیں ہوتے، بلکہ لازماً ادا کرنا ہوتے ہیں۔

2 .جو رکن چھوٹ گیا اسے اور اس کے بعد کے تمام ارکان کو ادا کرے گا، اس سے پہلے جو ہوا وہ درست ہے۔

3 .جب نماز مکمل کرے گا تو سلام پھیرے گا، پھر دو سجدے کرے گا، پھر سلام پھیرے گا۔ یہی سنت ہے، اور یہ حکم تمام ارکان کے بارے میں عام ہے۔

سوال: اگر کسی نے تکبیرِ تحریمہ بھلا دی تو کیا یہ بھی اسی ضابطے کے تحت ہوگا؟

جواب: جی ہاں، کیونکہ ضابطے میں کہا گیا ہے ''چھوڑا ہوا رکن اور اس کے بعد کے ارکان ادا کرے''۔ لیکن تکبیرِ تحریمہ کے بغیر تو نماز میں داخل ہی نہیں ہوا۔ اس لیے لازم ہے کہ وہ تکبیرِ تحریمہ کہہ کر نماز شروع کرے اور پھر تمام ارکان پورے کرے۔

ایک اور مسئلہ: اگر سجدہ سہو سلام کے بعد کیا جائے تو کیا اس میں تکبیر، تحلیل (سلام) اور تشہد ہوگا یا نہیں؟

میں کہتا ہوں: عبادات میں اصل حکم یہ ہے کہ کوئی چیز اپنی طرف سے نہ کی جائے جب تک دلیل نہ ہو، اور عبادات کی شرائط میں بھی یہی اصول ہے۔ میں نے اپنی کتاب ''تلقيح الأفهام العلية بشرح القواعد الفقهية'' میں ان اصولوں کو بیان کیا ہے۔

مقصود یہ ہے کہ سنت سے ثابت ہے کہ سجدہ سہو سلام کے بعد تکبیر سے شروع ہوتا ہے (یہی تحریمہ ہے) اور پھر سلام کے ساتھ ختم ہوتا ہے (یہی تحلیل ہے)۔

جیسا کہ ابوہریرہؓ کی حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے سلام کے بعد تکبیر کہی اور سجدہ سہو کیا، پھر ہر سجدے اور اٹھنے میں تکبیر کہی، پھر سلام پھیرا۔ یہ نص صریح ہے۔

لہٰذا اس میں شک نہیں کہ سجدہ سہو کے لیے تکبیر اور سلام ہے۔

اب رہا تشہد کا مسئلہ:تواس میں بہت اختلاف ہے۔ مشہور مذہب (حنابلہ کا قول اور بعض مالکیہ و شافعیہ) یہ ہے کہ اس میں تشہد ہے۔ کچھ کہتے ہیں کہ تشہد نہیں ہے۔

تشہد کے قائلین نے استدلال کیا:

1 . عمران بن حصینؓ کی حدیث (ابوداؤد، ترمذی، حاکم) میں ہے: ''نبی ﷺ نے ہم کو نماز پڑھائی، آپ بھول گئے، آپ نے دو سجدے کیے، پھر تشہد کیا، پھر سلام پھیرا۔''

2 . عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث (ابوداؤد) میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ’’جب تمہیں شک ہو اور تم غالب گمان چار کا کرو تو تشہد پڑھو، پھر سلام سے پہلے دو سجدے کرو، پھر دوبارہ تشہد پڑھو، پھر سلام پھیرو۔‘‘--------------- مگر ان احادیث پر کلام ہے:

عمرانؓ کی حدیث اصل میں مسلم میں بھی آئی ہے اور اس میں ’’تشہد‘‘ کا ذکر نہیں۔ صرف ایک راوی اشعث بن عبدالملک نے یہ لفظ بڑھایا ہے، جو کہ ثقہ ہے لیکن ثقہ رواۃ کی مخالفت کی وجہ سے یہ زیادتی ’’شاذ‘‘ قرار پائی ہے۔ ابن مسعودؓ کی حدیث مرفوع صحیح نہیں، اس کی سند منقطع ہے، اور راوی ’’خصیف‘‘ بھی ضعیف ہے۔اس لیے صحیح یہ ہے کہ سجدہ سہو میں تشہد نہیں ہے، نہ سلام سے پہلے نہ سلام کے بعد۔ یہی شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ اور دیگر علماء کا انتخاب ہے۔

خلاصہ:

اگر رکن چھوٹ جائے تو اس کو اور اس کے بعد کے ارکان کو لازماً پورا کرنا ہوگا۔

اس کے بعد نماز مکمل کرکے سلام پھرنا ہے، پھر سجدہ سہو سلام کے بعد کرنا ہے۔

سجدہ سہو میں صرف تکبیر اور سلام ہیں، تشہد نہیں۔

تیسرا مسئلہ

(سجود البناء على اليقين قبل السلام والبناء على غالب الظن بعده)

یقین پر بنیاد رکھنے کی صورت میں سجدۂ سہو سلام سے پہلے ہوگا اور غالب گمان پر بنیاد رکھنے کی صورت میں سلام کے بعد ہوگا۔

یہی صحیح بات ہے جس پر درست دلائل قائم ہیں۔ ان کی وضاحت سے پہلے ایک اہم بات بیان کرنی ہے، اور وہ ہے شک اور گمان کا مطلب۔

علماء نے کہا ہے کہ شک یہ ہے کہ دو باتوں کا احتمال ہو اور ان میں سے کسی کو دوسری پر کوئی ترجیح حاصل نہ ہو۔ اور گمان یہ ہے کہ دو باتوں کا احتمال ہو مگر ان میں سے ایک کو دوسرے پر ترجیح حاصل ہو۔ شک کے بارے میں قاعدہ یہ ہے کہ اس کو بالکل رد کر دیا جائے اور کبھی اس پر عمل نہ کیا جائے۔ لیکن جہاں غالب گمان ہو وہاں اس پر عمل کرنا واجب ہے۔

جب یہ بات آپ جان گئے تو سمجھ لیں کہ اس قاعدے سے دو چیزیں ثابت ہوتی ہیں:

پہلی یہ کہ اگر نماز میں آپ کو شک ہو کہ کوئی عمل کیا یا نہیں کیا تو اصل یہی ہے کہ وہ نہیں کیا، کیونکہ قاعدہ کہتا ہے: اگر کسی کو شک ہو کہ اس نے عمل کیا یا نہیں کیا تو اصل یہ ہے کہ نہیں کیا۔ پس اگر کسی کو شک ہو کہ اس نے کوئی رکن چھوڑ دیا ہے تو یہ ایسے ہے جیسے اس نے چھوڑ ہی دیا۔ اور اگر کسی کو شک ہو کہ اس نے کوئی واجب چھوڑ دیا ہے تو یہ بھی ایسے ہے جیسے اس نے چھوڑ ہی دیا، کیونکہ اصل یہی ہے کہ وہ موجود نہیں۔

پس اصل یہ ہے کہ مشکوک چیز کو چھوڑ دیا جائے اور یقینی چیز کو لیا جائے، کیونکہ یقین ختم نہیں ہوتا۔ لہٰذا جو شخص زیادتی یا کمی میں شک کرے تو یقین کمی ہے اور زیادتی مشکوک ہے، اس لیے اصل یہ ہے کہ زیادتی کو چھوڑ دیا جائے اور کم پر عمل کیا جائے۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ جو شخص نماز میں شک میں مبتلا ہو تو اسے چاہیے کہ شک کو رد کر دے اور یقینی بات پر عمل کرے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کو نماز میں شک ہو جائے کہ تین رکعتیں پڑھی ہیں یا چار، تو وہ شک کو چھوڑ دے اور جس پر اسے یقین ہو اس پر عمل کرے، اور سلام سے پہلے دو سجدے کرے۔ اگر اس نے پانچ رکعتیں پڑھ لی ہیں تو یہ دونوں سجدے اس کی نماز کو جفت کر دیں گے، اور اگر اس نے چار ہی رکعتیں مکمل کی ہیں تو یہ دونوں سجدے شیطان کو ذلیل کرنے کے لیے ہوں گے۔

یہاں رسول اللہ ﷺ نے ہمیں یہ تعلیم دی کہ جب نماز میں کمی یا زیادہ ہونے کا شک ہو تو کم پر بنیاد رکھیں اور اس کے لیے سجدۂ سہو سلام سے پہلے کیا جائے۔

اسی طرح موطا میں یسار سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کو نماز میں شک ہو جائے کہ تین رکعتیں پڑھی ہیں یا چار، تو وہ ایک رکعت اور پڑھ لے اور سلام سے پہلے بیٹھے بیٹھے دو سجدے کرے۔ اگر یہ رکعت پانچویں ہوئی تو یہ دونوں سجدے اسے جفت بنا دیں گے، اور اگر یہ چوتھی ہوئی تو یہ دونوں سجدے شیطان کو ذلیل کرنے کے لیے ہوں گے۔ ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کو نماز میں شک ہو تو وہ شک کو چھوڑ دے اور یقین پر بنیاد رکھے، پھر جب اسے یقین ہو کہ نماز مکمل ہے تو وہ سلام سے پہلے دو سجدے کرے۔ اگر نماز پوری ہو گئی تھی تو وہ ایک رکعت نفل ہو جائے گی اور دو سجدے بھی نفل ہوں گے، اور اگر نماز میں کمی تھی تو وہ رکعت اس کی نماز کو مکمل کر دے گی اور دونوں سجدے شیطان کو ذلیل کرنے کے لیے ہوں گے۔"

اسی طرح عطاء بن یسار کی ایک روایت میں ہے کہ اگر اسے یقین ہو کہ تین رکعتیں پڑھیں ہیں تو وہ کھڑا ہو اور رکوع سمیت ایک رکعت مکمل کرے، پھر بیٹھ کر تشہد پڑھے، اور جب سلام سے پہلے صرف سلام باقی رہ جائے تو بیٹھے بیٹھے دو سجدے کرے پھر سلام کرے۔یہ حدیث اپنی مختلف روایتوں کے ساتھ ایک دوسرے کی وضاحت کرتی ہے اور ایک دوسرے کو مضبوط کرتی ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ جب زیادہ رکعت کا شک ہو تو اس کو رد کر دیا جائے اور کم پر بنیاد رکھی جائے، اور جب کم پر بنیاد رکھی جائے تو سجدۂ سہو سلام سے پہلے کیا جائے۔

اسی طرح عبدالرحمن بن عوف کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کسی سے بھول ہو جائے اور اسے سمجھ نہ آئے کہ ایک رکعت پڑھی ہے یا دو، تو وہ ایک پر بنیاد رکھے۔ اگر سمجھ نہ آئے کہ دو پڑھی ہیں یا تین، تو وہ دو پر بنیاد رکھے۔ اگر سمجھ نہ آئے کہ تین پڑھی ہیں یا چار، تو وہ تین پر بنیاد رکھے، اور سلام سے پہلے دو سجدے کرے۔ یہ حدیث حسن ہے اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ ہمیشہ کم پر بنیاد رکھی جائے، کیونکہ یہی یقینی ہے، اور شک کو پھینک دیا جائے۔ جب کم پر بنیاد رکھی جائے تو سجدۂ سہو سلام سے پہلے کیا جائے جیسا کہ ان صحیح احادیث میں واضح طور پر بیان ہے۔اسی طرح ابوہریرہ کی روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: شیطان آدمی اور اس کے دل کے درمیان آجاتا ہے اور اسے سمجھ نہیں آتی کہ اس نے کتنی رکعتیں پڑھیں، تو ایسی حالت میں سلام سے پہلے دو سجدے کرے۔ مسلم نے بھی یہ روایت کی ہے لیکن اس میں "سلام سے پہلے" کے الفاظ نہیں ہیں۔ چونکہ یہ الفاظ اصل دلیل کی تکمیل کرتے ہیں اس لیے ان کو بیان کیا گیا۔جب یہ بات واضح ہو گئی کہ اگر نماز میں کسی عمل کے کرنے یا نہ کرنے کا شک ہو تو اصل یہی ہے کہ وہ نہیں کیا، اور اگر زیادہ یا کم کا شک ہو تو کم پر بنیاد رکھی جائے، تو ایسی حالت میں سجدۂ سہو سلام سے پہلے کیا جائے۔ یہ تو نقلی دلیل تھی۔ اگر عقل کی طرف دیکھا جائے تو وہ بھی نقل کے ساتھ پورا پورا اتفاق کرتی ہے، کیونکہ شک نماز میں ایک خلل ہے۔ پس جب آدمی کم پر بنیاد رکھتا ہے تو اس کو یقین نہیں ہوتا کہ وہ درست کر رہا ہے یا

غلط، نماز مکمل ہو گئی ہے یا اس میں زیادتی رہ گئی ہے۔ شک بہرحال باقی رہتا ہے اور نماز کا خلل ابھی تک جبر نہیں ہوا، اس لیے یہ مناسب ہے کہ سجدۂ سہو سلام سے پہلے کیا جائے تاکہ یہ خلل اور یہ کمی دور ہو جائے۔ یہی اصل حکمت ہے۔

اسی طرح انسان کو شریعت میں شک پر عمل کرنے کی اجازت ہی نہیں۔ عبادت یا تو یقین پر ہوتی ہے یا غالب گمان پر، شک پر ہرگز نہیں۔ ہماری شریعت اور عقیدہ میں کہیں بھی شک پر عمل نہیں کیا جاتا۔ پس جب نماز میں شک پیدا ہو تو واجب ہے کہ اسے رد کیا جائے اور یا تو یقین پر عمل کیا جائے یا غالب گمان پر۔ یقین شک سے صرف دو صورتوں میں حاصل ہو سکتا ہے: یا تو کم پر بنیاد رکھنے سے، یا اصل یہی ماننے سے کہ عمل نہیں ہوا۔ اس طرح ہم نے عبادت کے معاملات سے شک کو دور کر دیا۔ اسی طرح اگر کوئی شخص شک کرے کہ تین رکعتیں پڑھی ہیں یا چار، تو شک تین پر نہیں بلکہ چار پر ہے۔ اور اگر شک کرے کہ ایک پڑھی ہے یا دو، تو شک ایک پر نہیں بلکہ دو پر ہے۔ یقین کو شک سے زائل نہیں کیا جا سکتا بلکہ یقین صرف ویسے ہی یقین سے زائل ہوتا ہے۔ پہلی صورت میں یقین یہ ہے کہ تین رکعتیں ہیں، اور دوسری صورت میں یقین یہ ہے کہ ایک رکعت ہے۔ چوتھی اور دوسری رکعت دونوں صورتوں میں مشکوک ہیں اور اصل یہ ہے کہ وہ نہیں ہیں۔

پس دیکھو کہ نقلی دلیل اور عقلی دلیل کس طرح ایک دوسرے کے موافق ہیں۔ یہی مراد ہے میرے اس قول سے کہ "یقین پر بنیاد رکھنے کی صورت میں سجدۂ سہو سلام سے پہلے ہوگا"۔ اور میرا مراد لینا یقین سے دو باتوں پر ہے:

پہلی: اگر شک زیادہ رکعت کے بارے میں ہو تو کم پر بنیاد رکھنا۔

دوسری: اگر شک کسی عمل کے کرنے یا نہ کرنے میں ہو تو اصل یہی ہے کہ وہ عمل نہیں ہوا۔

لیکن اس قاعدے کے پہلے حصے پر کلام مکمل کرنے سے پہلے دو اہم باتوں کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں جن سے اس ضابطے کی سمجھ مکمل ہو جاتی ہے۔

پہلی بات یہ ہے: عبداللہ بن جعفر کی حدیث ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جو اپنی نماز میں شک کرے تو سلام کے بعد دو سجدے کرے۔ اس حدیث کو احمد، ابوداؤد اور نسائی نے روایت کیا ہے اور ابن خزیمہ نے صحیح کہا ہے۔ تو نبی ﷺ نے اس میں شک والے شخص کے لیے سلام کے بعد دو سجدے بتائے ہیں، تو ہم اس کو پہلے والی بات کے ساتھ کیسے جمع کریں گے؟

اس کا جواب یہ ہے: یہ حدیث ضعیف ہے، کیونکہ اس میں مصعب بن ابی شیبہ ہے۔ حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ وہ حدیث میں کمزور ہے۔ امام احمد نے کہا: وہ منکر روایتیں بیان کرتا ہے۔ دارقطنی نے کہا: وہ نہ قوی ہے نہ حافظ۔ پس یہ حدیث ضعیف ہے، اور اس کے ساتھ یہ بھی کہ اس نے ثقہ راویوں کی روایت کے خلاف بات کی ہے، اور ضعیف اگر ثقہ کے خلاف ہو تو وہ منکر ہوتا ہے۔ اس لیے یہ حدیث ان صحیح احادیث کے مقابلے میں قابلِ قبول نہیں۔ یہ ہے قاعدے کے پہلے حصے کا خلاصہ۔

اب دوسرے حصے کی طرف آتے ہیں، اور وہ یہ ہے کہ غالب گمان پر بنیاد رکھنے کی صورت میں سجدۂ سہو سلام کے بعد ہوگا۔ یعنی اگر کوئی شک ہوا اور آدمی نے غور و فکر کے ساتھ کسی طرف کو راجح سمجھ لیا اور غالب گمان حاصل ہو گیا تو ایسی حالت میں سجدۂ سہو سلام کے بعد ہوگا۔

اس کو آسان الفاظ میں یوں کہیں گے: اگر نماز میں شک ہو تو اس پر عمل نہ کیا جائے، بلکہ کم پر بنیاد رکھنے سے پہلے کوشش کی جائے کہ تحقیق کرے اور دیکھے کہ کس طرف زیادہ امکان ہے۔ ممکن ہے کہ قراءت یاد آ جائے، یا کوئی یاد دہانی ہو، یا خشوع یا رونے کا اثر ہو جو بتائے کہ کہاں تک پہنچا ہے۔ بہرحال، کم پر بنیاد رکھنے سے پہلے کوشش کرنی ہے کہ صحیح بات متعین ہو۔ اگر تحقیق کے بعد کوئی بات راجح ہو گئی اور غالب گمان ہو گیا تو اس پر عمل کرنا واجب ہے، کیونکہ غالب گمان یقین کے درجے میں ہوتا ہے اور انسان اسی پر مکلف ہے۔

پس اگر اس کو کچھ بھی راجح نہ لگے اور دونوں برابر ہوں تو پھر کم پر بنیاد رکھے اور سجدہ سہو سلام سے پہلے کرے۔ لیکن اگر غالب گمان حاصل ہو گیا اور اسی پر عمل کیا تو سجدہ سہو سلام سلام کے بعد کرے۔

اس کی دلیل نصوص بھی ہیں اور عقل بھی۔ نصوص میں ابن مسعود کی حدیث صحیحین میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی، پھر سلام کے بعد لوگوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ، کیا نماز میں کوئی نیا حکم نازل ہوا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کیوں؟ انہوں نے کہا: آپ نے یوں اور یوں پڑھا۔ آپ ﷺ نے اپنے دونوں پاؤں موڑے، قبلہ رخ ہو کر دو سجدے کیے، پھر سلام کیا اور فرمایا: اگر نماز میں کوئی نیا حکم ہوتا تو میں تمہیں بتا دیتا۔ میں بھی ایک انسان ہوں، میں بھی بھولتا ہوں جیسے تم بھولتے ہو۔ جب میں بھول جاؤں تو مجھے یاد دلا دو۔ اور جب تم میں سے کسی کو نماز میں شک ہو تو درست بات تلاش کرے اور اسی پر عمل کرے، پھر سلام کرے اور سلام کے بعد دو سجدے کرے۔(صحیح البخاری: حدیث نمبر 401،مسلم572)

اس حدیث کی مختلف روایتوں میں ہے کہ آپ ﷺ نے سجدے سلام کے بعد کیے۔ بخاری کی روایت میں ہے: درست بات تلاش کرے اور اسی پر عمل کرے، پھر سلام کرے اور اس کے بعد سجدے کرے۔ مسلم میں ہے: درست بات تلاش کرے جو زیادہ قریب لگے۔ ترمذی میں ہے: رسول اللہ ﷺ نے ظہر کی پانچ رکعتیں پڑھ لیں، لوگوں نے عرض کیا: کیا نماز میں زیادتی ہو گئی ہے؟ تو آپ ﷺ نے سلام کے بعد دو سجدے کیے۔

ان احادیث سے صاف ظاہر ہے کہ جب شک ہو اور تحقیق کے بعد غالب گمان حاصل ہو تو اسی پر عمل کیا جائے، اور پھر سجدۂ سہو سلام کے بعد کیا جائے۔

عقل بھی اس پر دلیل ہے، کیونکہ اگر انسان شک کرے اور تحقیق کے بعد غالب گمان حاصل ہو تو گویا اس نے اپنی نماز غالب گمان پر مکمل کر لی۔ اب اس کے بعد سلام دے گا، اور سجدہ سہو سلام کے بعد کرے گا۔ خلاصہ یہ ہوا کہ شک دو قسم کا ہے:

ایک وہ جو کم پر بنیاد رکھنے کے ساتھ ہو، اس صورت میں سجدہ سہو سلام سے پہلے ہوگا۔

دوسرا وہ جو تحقیق اور غالب گمان کے ساتھ ہو، اس صورت میں سجدہ سہو سلام سلام کے بعد ہوگا۔ یہی قول تمام دلائل کو جمع کرتا ہے اور ان کے درمیان ہم آہنگی پیدا کرتا ہے۔ یہ امام احمد کی ایک روایت ہے اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اسی کو اختیار کیا ہے۔

اس کی کچھ مثالیں یہ ہیں:

اگر کسی کو شک ہو کہ اس نے رکوع کیا یا نہیں، پھر اس نے تحقیق کی اور غالب گمان ہوا کہ رکوع کر لیا ہے، تو اسی پر عمل کرے، نماز مکمل کرے، سلام دے اور سلام کے بعد سجدہ سہو کرے، کیونکہ غالب گمان کی صورت میں سجدہ سہو سلام کے بعد ہوتا ہے۔

اگر کسی کو شک ہو کہ تین رکعتیں پڑھی ہیں یا چار، اور تحقیق کے بعد کسی طرف راجح نہیں ہوا تو اس صورت میں کم پر بنیاد رکھے یعنی تین پر، اور سجدہ سہو سلام سے پہلے کرے۔ اسی پر قیاس کیا جائے گا۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ طالب علم کو سمجھنا چاہیے کہ معتبر شک اور غیر معتبر شک میں کیا فرق ہے۔ اگر شک کسی ایسے شخص سے صادر ہو جو کثرت سے شک کرتا ہے تو اس کے شک کی کوئی حیثیت نہیں۔ کثرتِ شک ایک طرح کی بیماری ہے جس کا علاج یہی ہے کہ بالکل توجہ نہ دی جائے۔ ایسے شخص کے لیے لازم ہے کہ اس شک کو نظر انداز کرے، چاہے وہ شک نماز کے دوران ہو یا باہر۔

اور اگر شک کسی ایسے شخص سے ہو جو عام طور پر شکوک میں مبتلا نہیں ہوتا تو اس کا شک دو حالتوں سے خالی نہیں: یا تو عبادت کے دوران ہو یا عبادت کے ختم ہونے کے بعد۔ اگر عبادت کے بعد شک ہوا تو اس کی شرعاً کوئی حیثیت نہیں۔ اصل یہی ہے کہ انسان نے عبادت درست طور پر ادا کی ہے۔ اسی پر ایک شاعر نے کہا:

والشك بعد الفعل ليس يعتبر ومن كثير الشك أيضاً مفتقر

"عمل کے بعد آنے والا شک معتبر نہیں ہوتا، اور جو بہت زیادہ شک کرے وہ بھی ناقص عقل والا ہے۔"

ہم نے اس قاعدے پر اپنی کتاب "القواعد الفقهية" کی شرح میں تفصیل سے گفتگو کر دی ہے۔ اور اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

چوتھا مسئلہ

(نماز اس وقت ٹوٹتی ہے جب کوئی شخص جان بوجھ کر کسی رکنِ فعلی کو دہرائے، اور اگر بھول کر دہرا دے تو نماز کے سلام کے بعد سجدۂ سہو کرے)

اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی اطاعت اور اپنی رضا کی راہ کی توفیق دے۔ یہ بات جان لیں کہ نماز مختلف حصوں پر مشتمل ہے: کچھ ارکان، کچھ واجبات اور کچھ سنتیں۔ یہاں گفتگو صرف "ارکان" کے بارے میں ہے، واجبات اور سنتوں کے بارے میں نہیں۔

یہ ارکان دو قسم کے ہیں: کچھ اقوال ہیں اور کچھ افعال۔ اقوال کی مثال سورۂ فاتحہ یا دوسرے تشہد میں نبی کریم ﷺپر درود بھیجنا ہے۔ افعال کی مثال رکوع، سجدہ، قیام اور قعود ہیں۔ جب یہ بات واضح ہو گئی تو جان لیں کہ اگر کوئی شخص رکن کو دہراتا ہے تو اس کی دو صورتیں ہیں: یا تو دہرانے والا رکن قولی ہے یا فعلی۔

اگر وہ رکن قولی ہو تو اس کا بار بار دہرانا نقصان دہ نہیں، چاہے بھول کر ہو یا جان بوجھ کر۔ اور اگر اس میں بھول ہو تو سجدہ سہو بھی واجب نہیں، کیونکہ اس کو جان بوجھ کر دہرانا نماز کو باطل نہیں کرتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ اقوال کے ارکان میں سے ہے۔ مثلاً درودِ ابراہیمی کو دوبارہ پڑھ لینا یا تشہدِ آخر کو دوبارہ پڑھ لینا۔ یہ سب کچھ اگرچہ نماز میں جان بوجھ کر زیادتی ہے، مگر چونکہ یہ زیادتی قولی ہے، اس لیے نقصان دہ نہیں۔

لیکن اگر دہرانے والا رکن فعلی ہو، تو اس کی بھی دو صورتیں ہیں: جان بوجھ کر یا بھول کر۔

اگر جان بوجھ کر دہراتا ہے تو نماز اجماعِ امت سے ٹوٹ جاتی ہے۔ مثال کے طور پر: ایک رکعت میں جان بوجھ کر دو بار رکوع کرنا (سوائے نمازِ استسقاء کے)، یا چار بار سجدہ کرنا، یا جہاں بیٹھنا فرض ہے وہاں کھڑا ہو جانا، یا کھڑے ہونے کی جگہ بیٹھ جانا، یا رکوع کی جگہ سجدہ کر دینا یا اس کے برعکس۔ اگر کوئی ایسا عمل جان بوجھ کر کرے تو اس کی نماز ٹوٹ جاتی ہے، کیونکہ یہ نماز کی ہیئت بدل دیتا ہے اور یہ وہ طریقہ نہیں جو نبی ﷺنے مقرر کیا ہے۔ اور جو طریقہ آپ ﷺکے حکم کے مطابق نہ ہو وہ رد کر دیا جاتا ہے جیسا کہ صحیح حدیث میں آیا ہے۔

لیکن اگر کوئی شخص رکنِ فعلی کو بھول کر دہرا دے تو یہ نماز کو نہیں توڑتا، کیونکہ یہ بھول ہے اور بھول پر مواخذہ نہیں۔ اس کی دو صورتیں ہیں:

1 .اگر دورانِ زیادتی اسے یاد آ جائے تو لازم ہے کہ فوراً اس زیادتی کو چھوڑ دے۔ اگر وہ علم کے باوجود جان بوجھ کر نہ چھوڑے تو اس کی نماز ٹوٹ جائے گی، کیونکہ اس نے نماز کی اصل ہیئت سے زیادہ بڑھا دیا اور اسے مطلوبہ شکل سے نکال دیا۔ مثال کے طور پر: دو رکعت والی نماز میں تیسری کے لیے کھڑا ہو جانا، یا تین رکعت والی میں چوتھی، یا چار رکعت والی میں پانچویں رکعت پڑھنے لگ جانا۔ اگر ایسی حالت میں یاد آ جائے تو لازم ہے کہ فوراً واپس بیٹھ جائے، چاہے قرآن کی تلاوت شروع کر دی ہو، کیونکہ یہ رکعت زائد ہے اور نماز کا حصہ نہیں۔ یہ اس کے برعکس ہے جو پہلا تشہد چھوڑ کر تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہو گیا ہو، کیونکہ تیسری رکعت نماز کا حصہ ہے، اس لیے وہاں واپس نہیں لوٹتا۔ لیکن زائد رکعت نماز کا حصہ نہیں، اس لیے فوراً واپس بیٹھنا ضروری ہے۔

2 .اگر اس کو اس زیادتی کا علم نماز کے اختتام کے بعد ہو تو بھی نماز نہیں ٹوٹتی، کیونکہ یہ بھول میں ہوا ہے۔ ایسی صورت میں بھی اسے سجدۂ سہو کرنا ہوگا اور یہ سجدہ سلام کے بعد ہوگا۔ اس کی دلیل نقلی اور عقلی دونوں ہیں۔

نقلی دلیل یہ ہے: ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی ﷺنے ظہر کی پانچ رکعتیں پڑھیں۔ لوگوں نے کہا: کیا نماز میں اضافہ کر دیا گیا ہے؟ آپ ﷺنے فرمایا: کیا بات ہے؟ صحابہ نے کہا: آپ نے پانچ رکعتیں پڑھیں۔ تو آپ ﷺنے سلام کے بعد دو سجدے کیے۔ (اسے تمام محدثین نے روایت کیا ہے۔)

اس واقعے میں نبی ﷺنے پوری ایک زائد رکعت پڑھ لی، جس میں قولی اور فعلی دونوں طرح کے ارکان موجود تھے۔ آپ کو اس زیادتی کی یاد دہانی نماز مکمل ہونے کے بعد ہی کرائی گئی۔ آپ نے صرف دو سجدے کیے اور بس۔ یہ روایت اس مسئلے میں بالکل واضح ہے کہ اگر زیادتی کا علم نماز کے بعد ہو تو سجدہ سہو سلام کے بعد ہے، کیونکہ سلام سے پہلے ایسا ممکن ہی نہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اگر کسی کو یہ زیادتی سلام سے پہلے یاد آ جائے تو کیا کرنا چاہیے؟ ہمیں یہ معلوم نہیں کہ اگر نبی ﷺکو سلام سے پہلے یاد آ جاتا تو آپ کیا کرتے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نبی ﷺاپنی امت کے لیے شارع ہیں، اور آپ کی شریعت میں کوئی ابہام یا احتمال نہیں۔ آپ نے ہمیشہ ضرورت کے وقت حکم واضح فرمایا۔ یہ ممکن نہیں کہ آپ نے کسی موقع پر بیان کرنے میں تاخیر کی ہو۔اس لیے جب آپ ﷺکو صحابہ نے بتایا کہ آپ نے زائد رکعت پڑھ لی ہے، تو آپ نے صرف دو سجدے کیے اور وہ بھی سلام کے بعد۔ اور آپ نے ایسا کوئی کلام نہیں فرمایا کہ: "میں نے یہ سجدے اس لیے سلام کے بعد کیے کہ سلام سے پہلے کرنا ممکن نہیں تھا"۔ اگر آپ ایسا کہتے تو صحابہ ضرور نقل کرتے، کیونکہ وہ اس سے بھی چھوٹی چھوٹی باتیں نقل کرتے تھے۔لہٰذا جب آپ ﷺنے یہ عمل

کیا اور خاموش رہے، تو یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ فعلی زیادتی کی صورت میں سجدہ سہو ہمیشہ سلام کے بعد ہوگا، چاہے یاد نماز کے دوران آئے یا بعد میں۔ یہی ہمارا مسلک ہے۔

اگر کہا جائے کہ نبی ﷺنے تو بعض مواقع پر سلام سے پہلے سجدہ سہو کیا ہے، جیسے ابن بحینہ اور ابو سعید کی حدیث میں، تو ہم کہیں گے کہ ہم بھی اسے تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن وہ صورتیں الگ ہیں: ابن بحینہ کی حدیث میں کمی (پہلے تشہد کے چھوڑنے) کا معاملہ تھا، ابو سعید کی حدیث میں شک کا معاملہ تھا۔ جبکہ یہاں مسئلہ زیادتی کا ہے۔ یہ دونوں صورتیں مختلف ہیں، ان کا آپس میں قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ اگر نبی ﷺنے کبھی زائد رکعت پڑھنے کے بعد سلام سے پہلے سجدہ کیا ہوتا تو ہم بھی یہی کہتے، لیکن ایسا کسی حدیث میں نہیں ملتا۔ میں نے معتبر کتبِ حدیث میں تحقیق کی ہے مگر اس کا کوئی ثبوت نہیں ملا۔

عقل کی دلیل بھی یہی ہے کہ رکنِ فعلی کو دہرانا نماز میں زیادتی ہے۔ اگر ہم کہیں کہ اس زیادتی کا سجدہ سلام سے پہلے ہوگا، تو یوں نماز میں دو زیادتیاں جمع ہو جائیں گی: ایک زائد رکن اور دوسرا سلام سے پہلے سجدہ۔ اس لیے مناسب یہی ہے کہ سجدہ سلام کے بعد ہو تاکہ دونوں زیادتیاں جمع نہ ہوں۔ یہی بات شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے بھی اختیار فرمائی ہے۔

واللہ اعلم بالصواب۔

پانچواں مسئلہ:

یہ اصول ہے کہ سجدہ سہو وہاں واجب ہوتا ہے جہاں کوئی ایسا کام سہواً سرزد ہو جائے جس کا عمداً کرنا نماز کو باطل کر دیتا ہے، بشرطیکہ وہ کام نماز ہی کی جنس میں سے ہو۔

یعنی اگر نمازی سے کوئی ایسی غلطی ہو جائے جو نماز کے اجزاء اور افعال سے تعلق رکھتی ہے اور اگر وہ قصداً کرتا تو نماز ٹوٹ جاتی، تو اب چونکہ وہ سہواً ہوا ہے اس کی تلافی کے لیے سجدہ سہو واجب ہوگا۔

یہ قاعدہ (یعنی وہ اصول کہ سجدہ سہو اس چیز میں لازم ہوتا ہے جس کا عمداً کرنا نماز کو باطل کر دیتا ہے اگر وہ نماز ہی کی جنس میں سے ہو) سجدہ سہو کے حکم سے متعلق ہے۔ اس کے تحت چند مسائل ہیں:

پہلا مسئلہ: سجدہ سہو کا تفصیلی حکم کیا ہے؟

دوسرا مسئلہ: سنتیں چھوڑنے کی صورت میں سجدہ سہو کا کیا حکم ہے؟

تیسرا مسئلہ: کیا ایسی زیادتی کی صورت میں بھی سجدہ سہو مشروع ہے جو نماز کی جنس میں سے نہ ہو؟ اور اس کے بعض احکام کی وضاحت بھی مطلوب ہے۔

چوتھا مسئلہ: اگر کوئی شخص سجدہ سہو کو سلام سے پہلے کرنے کے بجائے چھوڑ دے یا اس کے برعکس کر دے تو اس کا کیا حکم ہے؟

پانچواں مسئلہ: اگر کسی نے سجدہ سہو سلام کے بعد کیا حالانکہ وہ سلام سے پہلے واجب تھا، یا سلام سے پہلے کیا حالانکہ وہ سلام کے بعد واجب تھا، تو اس کا کیا حکم ہے؟

یہ پانچوں مسائل اسی قاعدے کے تحت داخل ہیں۔ اب ان کے جوابات دلائل کے ساتھ پیش کیے جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی توفیق سے۔ (اب تفصیل سے تشریح)

پہلا مسئلہ: علمائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے سجدہ سہو کے حکم میں اختلاف کیا ہے۔ مگر راجح بات، ان شاء اللہ تعالیٰ، یہ ہے کہ سجدہ سہو واجب ہے۔ اس پر دلیل یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺنے اس کا حکم دیا ہے۔ اور اصولی قاعدہ یہ ہے کہ "امر وجوب پر دلالت کرتا ہے، الا یہ کہ کوئی قرینہ اسے ندب (مستحب) کی طرف پھیر دے۔" اور یہاں جو دلائل وارد ہوئے ہیں وہ حکم کے صیغے میں ہیں اور ہمارے پاس ایسا کوئی قرینہ موجود نہیں جو اس حکم کو وجوب سے نکال کر استحباب پر محمول کرے۔ان دلائل میں سے: ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ جس شخص کو اپنی نماز میں شک ہو کہ تین رکعت پڑھی ہیں یا چار، تو نبی اکرم ﷺنے فرمایا: "شک کو چھوڑ دے، جس پر یقین ہے اسی پر بنیاد رکھے، اور سلام پھیرنے سے پہلے دو سجدے کرے۔" یہ حکم ہے اور حکم وجوب پر دلالت کرتا ہے۔

اسی طرح ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت صحیح مسلم میں موجود ہے کہ نبیﷺ نے فرمایا... (اس میں بھی سجدہ سہو کا حکم وارد ہوا ہے اور یہ حکم وجوب پر دلالت کرتا ہے)۔

اسی طرح عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ: "پھر وہ دو سجدے کرے، اور وہ سلام سے پہلے بیٹھا ہوا ہو۔" یہ بھی حکم ہے اور حکم وجوب کے لیے ہوتا ہے۔

اسی طرح عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ نبی ﷺنے فرمایا: "صحیح بات کے قریب تر پر عمل کرے، پھر اسی کو مکمل کرے، پھر دو سجدے کرے۔"

یہ تمام نصوص اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ سجدہ سہو واجب ہے۔

اور اس پر دلیل نبی اکرم ﷺکا اپنا فعل بھی ہے، کیونکہ یہ ان کے قول سے بھی مؤید ہے، اور جب افعال کسی قولی حکم کے ساتھ مل جائیں تو وہ وجوب پر دلالت کرتے ہیں، پس وہ واجب ہی ہوں گے۔ یہی جمہور (اکثر) علماء کا مذہب ہے: امام مالک، امام ابو حنیفہ اور امام احمد رحمہم اللہ کا۔ اور ان کا قول ہی بلا شبہ راجح ہے، جیسا کہ آپ نے وجوب پر دلالت کرنے والی نصوص ملاحظہ کیں۔ یہی رائے شیخ تقی الدین ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے بھی اختیار کی ہے۔

جب یہ بات واضح ہوگئی تو ہم یہ کہتے ہیں: کیا سجدہ سہو ہر قسم کے سہو (غلطی) میں واجب ہے؟ یعنی ہر زیادتی اور ہر کمی میں؟ یا اس میں کچھ تفصیل ہے؟

جواب یہ ہے کہ اس میں تفصیل ہے۔ کیونکہ جب ہم پچھلی نصوص کو دیکھتے ہیں تو پاتے ہیں کہ وہ سب سجدہ سہو کا حکم بطور امر (حکم دینے والے صیغے) میں بیان کرتی ہیں، لہٰذا ہمیں ان حالات کا مطالعہ کرنا ہوگا جن میں سہو پیش آیا تاکہ ہم ان کے درمیان ربط معلوم کریں اور اسی پر دوسری صورتوں کو قیاس کر سکیں۔ پس میں ان کی تفصیل کے ساتھ وضاحت کرتا ہوں:

پہلی دلیل: ابن بحینہ رضی اللہ عنہ کی حدیث۔ یہ نبی اکرم ﷺکے فعل کا ذکر ہے، لیکن یہ فعل ایک قول کے ساتھ ملا ہوا ہے، اس لیے وجوب کا حکم رکھتا ہے۔ اور رسول اللہ ﷺکا عمومی ارشاد ہے: "نماز اسی طرح پڑھو جیسے مجھے نماز پڑھتے دیکھتے ہو۔" لہٰذا یہ فعل بھی وجوب پر دلالت کرتا ہے۔ اس حدیث میں نبی اکرم ﷺنے تشہد کے لیے بیٹھنا چھوڑ دیا تھا، اور سجدہ سہو اسی کمی کی تلافی کے لیے کیا گیا۔ یہ کمی ایسی تھی کہ اگر کوئی شخص عمداً ایسا کرتا تو اس کی نماز باطل

ہو جاتی۔ لہٰذا ہم کہتے ہیں: نماز میں ہر وہ کمی جس کے کرنے سے نماز عمداً باطل ہو جاتی ہے، اس پر سجدہ سہو واجب ہے۔ یہ ہوا ابن بحینہ کی حدیث کے بارے میں۔

دوسری دلیل: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث جو صحیحین (بخاری و مسلم) میں ہے کہ نبی اکرم ﷺنے عصر یا عشاء کی نماز میں سے کسی ایک نماز کی امامت کی اور صرف دو رکعت کے بعد سلام پھیر دیا۔ پھر ذو الیدین نے آپ کو یاد دلایا تو آپ ﷺنے بقیہ دو رکعتیں مکمل کیں، پھر سلام پھیرا، پھر سجدہ سہو کیا، اور پھر سلام پھیرا۔ یہ سجدہ سہو بھی کمی کی وجہ سے تھا، اور وہ کمی ایسی تھی کہ اگر کوئی شخص عمداً کرے (یعنی تین یا چار رکعت والی نماز میں صرف دو رکعت کے بعد سلام پھیر دے) تو اس کی نماز باطل ہو جاتی۔ لہٰذا ہم کہتے ہیں: یہ سجدہ سہو اس کمی کی وجہ سے تھا جو نماز کو عمداً کرنے پر باطل کر دیتا ہے، پس اس پر قیاس کرتے ہوئے ہر ایسی کمی پر سجدہ سہو واجب ہوگا۔ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث اگرچہ ایک فعل کا بیان ہے، لیکن ایک اور حدیث میں اس کے ساتھ قولی حکم بھی آیا ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺنے فرمایا: "جب نماز میں زیادتی یا کمی ہو جائے تو دو سجدے کرے۔" اور آپ ﷺکا ارشاد ہے: "نماز ایسے پڑھو جیسے مجھے نماز پڑھتے دیکھتے ہو۔" پس ہر وہ کمی جس کا عمداً کرنا نماز کو باطل کرتا ہے، اس کے لیے سجدہ سہو واجب ہے۔

تیسری دلیل: عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی حدیث کہ نبی اکرم ﷺنے عصر کی نماز تین رکعتوں پر ختم کر دی۔ پھر صحابہ نے یاد دلایا تو آپ ﷺنے ایک رکعت مکمل کی، پھر سلام پھیرا، اور پھر سجدہ سہو کیا۔ یہ سجدہ سہو بھی واجب تھا، اگرچہ یہ بھی محض ایک فعل کا ذکر ہے، لیکن یہ قولی حکم کے ساتھ ملا ہوا ہے جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا۔ اور یہاں بھی کمی ایسی تھی کہ اگر کوئی شخص جان بوجھ کر عصر کی نماز تین رکعت پڑھتا تو اس کی نماز باطل ہو جاتی۔ پس ہر وہ کمی جو نماز کو عمداً کرنے پر باطل کر دیتی ہے، اس کے لیے سجدہ سہو واجب ہے۔

چوتھی دلیل: عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ انہوں نے ظہر کی نماز پانچ رکعت پڑھ لی۔ لوگوں نے ان سے کہا: کیا نماز میں اضافہ ہوگیا ہے؟ تو آپ ﷺنے فرمایا: "نہیں، ایسا نہیں ہے۔" انہوں نے کہا: آپ نے پانچ رکعتیں پڑھیں ہیں۔ تو آپ ﷺنے دو سجدے کیے۔ (یہ حدیث تمام محدثین نے روایت کی ہے۔)

یہ سجدہ صرف اس زیادتی کی وجہ سے تھا، کیونکہ نبی ﷺکا فرمان "پس آپ نے سجدہ کیا" لفظ "فاء" کے ساتھ آیا ہے، جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ سجدے کا سبب وہی ذکر کردہ زیادتی تھی۔ یعنی علتِ سجدہ یہی تھی کہ نماز میں ایک رکعت کا اضافہ ہوگیا تھا۔ اور یہ زیادتی ایسی ہے کہ اگر کوئی شخص جان بوجھ کر نماز میں ایک رکعت کا اضافہ کرے تو اس کی نماز باطل ہو جاتی ہے۔ لہٰذا اس حدیث میں یہ سجدہ واجب ہے۔ یہ زیادتی نماز ہی کی جنس سے تھی، کیونکہ وہ رکعت قیام، رکوع، سجدہ اور قعود پر مشتمل تھی۔ پس یہ نماز کی ہی جنس سے ایک زیادتی ہے۔ اس لیے ہم یہ کہتے ہیں: نماز میں جو بھی زیادتی نماز ہی کی جنس سے ہو اور اگر اسے عمداً کیا جائے تو نماز باطل ہو جاتی ہے، تو اس زیادتی پر سجدہ سہو واجب ہے۔

پس ہم نے ان چاروں احادیث سے دو باتیں اخذ کیں:

1 .ہر وہ کمی جس کا عمداً کرنا نماز کو باطل کر دیتا ہے، اس پر سجدہ سہو واجب ہے۔

اور ہر وہ زیادتی جو نماز کی جنس سے ہو اور جس کا عمداً کرنا نماز کو باطل کر دیتا ہے، اس پر بھی سجدہ سہو واجب ہے۔

اگر آپ چاہیں تو ہم ان دونوں کو ایک ہی قاعدے میں جمع کر کے یوں کہہ سکتے ہیں:

" سجدہ سہو ہر اس چیز میں واجب ہے جو نماز کو عمداً کرنے پر باطل کر دے، خواہ وہ کمی ہو یا نماز ہی کی جنس سے کوئی زیادتی ہو۔"

اور یہی وہ قاعدہ ہے جس کی ہم وضاحت کر رہے ہیں۔

2 .دوسری دلیل ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے شک کی حالت کے بارے میں جب نمازی کم پر اعتماد کرے۔ نبی اکرم ﷺنے فرمایا: جو اپنی نماز میں شک کرے کہ اس نے تین رکعتیں پڑھیں یا چار، تو وہ شک کو چھوڑ دے اور جس پر یقین ہے اسی پر بنیاد رکھے، اور سلام سے پہلے سجدہ سہو کرے۔

اسی طرح ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث مسلم شریف میں ہے کہ نبی اکرم ﷺنے فرمایا: "جب تم میں سے کوئی نماز پڑھنے کے لیے کھڑا ہو تو شیطان آتا ہے اور اس کی نماز میں خلل ڈالتا ہے یہاں تک کہ وہ نہیں جانتا کہ اس نے کتنی رکعتیں پڑھیں۔ پس جب کوئی اس حالت کو پائے تو وہ بیٹھے ہوئے دو سجدے کرے۔"

حدیث ابو سعید میں حکم ہے کہ اگر شک ہو اور کم والے پہلو کو لیا جائے تو سجدہ سہو کیا جائے، اور حدیث ابو ہریرہ میں محض شک کی وجہ سے سجدہ سہو کا حکم ہے۔ اور شک درحقیقت نماز میں ایک نقص ہے اور اس کی تلافی واجب ہے۔ پس اس کے لیے سجدہ سہو واجب ہے کیونکہ یہ نماز کے نقص کا جبران ہے۔ اور اگر کوئی شخص عمداً ایسا خلل ڈالے تو اس کی نماز باطل ہو جاتی ہے۔

لہٰذا یہ بات بالکل واضح ہوگئی کہ سجدہ سہو ہر اس صورت میں واجب ہے جس کا عمداً کرنا نماز کو باطل کر دیتا ہے۔ پس سجدہ سہو اس کے لیے واجب ہے۔

اور نماز میں جو بھی زیادتی نماز کی جنس سے ہو اور جس کا عمداً کرنا نماز کو باطل کر دیتا ہے، اس کے لیے سجدہ سہو واجب ہے۔ اسی طرح نماز میں کسی زیادتی یا کمی کے بارے میں اگر شک ہو، اور وہ ایسا ہو کہ عمداً کرنے سے نماز باطل ہو جائے، تو اس کے لیے بھی سجدہ سہو واجب ہے۔ پس خلاصہ یہ ہے کہ سجدہ سہو ہر اس چیز میں واجب ہے جس کا عمداً کرنا نماز کو باطل کر دیتا ہے۔ یہی صحیح دلائل سے ثابت ہے اور یہی ہمارے اصحاب (یعنی فقہائے کرام رحمہم اللہ) کا مذہب ہے۔

اور اسی بنیاد پر ہم کہتے ہیں: نماز میں ہر وہ کمی جو نماز کو عمداً کرنے سے باطل نہ کرے، اس کے لیے سجدہ سہو واجب نہیں۔ اور نماز میں ہر وہ زیادتی جو عمداً کرنے سے نماز کو باطل نہ کرے، اس کے لیے بھی سجدہ سہو واجب نہیں۔

لیکن اب سوال یہ ہے کہ جب وجوب نہیں رہا تو کیا استحباب باقی رہتا ہے یا نہیں؟ یہی دوسرا مسئلہ ہے:

کیا سنن چھوڑنے پر سجدہ سہو مشروع ہے؟

کیونکہ سنت کو عمداً ترک کرنے سے نماز باطل نہیں ہوتی، اسی طرح سنت کی زیادتی سے بھی نماز باطل نہیں ہوتی۔ بلکہ بعض قولی ارکان (جیسے سورۂ فاتحہ دہرانا یا نبی کریم ﷺپر بار بار

درود بھیجنا) کو عمداً بھی دہرایا جائے تو اس سے نماز باطل نہیں ہوتی۔ اس لیے اس کے لیے سجدہ سہو واجب نہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کیا اس میں سجدہ سہو مشروع ہے یا نہیں؟

میری رائے یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺسے کوئی ایسی فعلی سنت ثابت نہیں کہ آپ نے محض کسی سنت کے کم یا زیادہ ہونے پر سجدہ سہو کیا ہو۔ اور قولی سنت میں بھی صرف ایک روایت آئی ہے جو امام مسلم نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے کہ نبی کریم ﷺنے فرمایا:

"میں بھی تمہاری طرح انسان ہوں، میں بھی بھولتا ہوں جیسا کہ تم بھولتے ہو۔ پس جب تم میں سے کوئی بھول جائے تو وہ بیٹھے ہوئے دو سجدے کرے۔"

اور اگر ہم یہ قاعدہ لیں کہ اعتبار الفاظ کے عموم کا ہے نہ کہ سبب کے خصوص کا، تو پھر نبی ﷺکا فرمان: "پس جب تم میں سے کوئی بھول جائے" عام ہے، یعنی یہ ارکان، واجبات اور سنن سب کے بھولنے کو شامل ہے۔

لہٰذا ہم کہتے ہیں: جو شخص کوئی سنت بھول جائے، اس کے لیے سجدہ سہو واجب تو نہیں، لیکن اگر سجدہ کرے تو حرج نہیں۔ تاہم اس کو ہم اس شرط کے ساتھ مقید کریں گے کہ وہ سنت ایسی ہو جس کا کرنا اس کی عادت میں ہو، یا جس کو کرنے کا اس نے ارادہ کیا ہو اور پھر سہواً چھوڑ دی۔ لیکن اگر کسی نے سنت کو قصداً چھوڑا، یا ایسی سنت کو چھوڑا جس کو کرنے کا اس کا معمول ہی نہ تھا، تو ایسی حالت میں اس کے لیے سجدہ سہو مشروع نہیں، کیونکہ یہ اس وقت "سہو" کہلائے گا جب واقعی بھول ہو، اور سجدہ سہو صرف بھول کی حالت میں مشروع ہے، اس کے علاوہ میں نہیں۔

اور اگر کوئی زیادتی ہو تو اس کی دو قسمیں ہیں: یا تو وہ نماز کی جنس سے ہو یا نہ ہو۔

اگر وہ نماز کی جنس سے ہے تو دو حالتیں ہوں گی: یا تو اس کا عمداً کرنا نماز کو باطل کر دیتا ہے، یا نہیں۔ اگر اس کا عمداً کرنا نماز کو باطل کر دے تو ہم اس پر پہلے ضابطے (چوتھے قاعدے) میں بات کر چکے ہیں۔

اور اگر اس کا عمداً کرنا نماز کو باطل نہ کرے، تو پھر وہ یا تو فعلی ہو گی یا قولی۔

فعلی زیادتی کی مثال یہ ہے کہ کوئی شخص نماز کے اندر رفع یدین کرے (ان مقامات کے علاوہ جہاں مسنون ہے) یا قیام کے وقت تشہد پڑھ لے وغیرہ۔ تو پہلی صورت (رفع یدین وغیرہ) کے بارے میں میری رائے یہ ہے کہ اس کے لیے سجدہ سہو مشروع نہیں، کیونکہ یہ عمل عرفاً معمولی ہے، اور اگرچہ نماز ہی کی جنس سے ہے، لیکن یہ نماز کی ہیئت کو نہیں بدلتا۔

اور دوسری صورت (قولی زیادتی) بھی یہی حکم رکھتی ہے کہ اس کے لیے سجدہ سہو مشروع نہیں، کیونکہ اس پر کوئی نص وارد نہیں ہوئی، اور اصل یہ ہے کہ وجوب ثابت نہیں۔ البتہ اگر کوئی سجدہ کر لے تو ہم اس کی نماز کو باطل قرار دینے کی جرات نہیں کرتے۔

اور اگر زیادتی نماز کی جنس سے نہ ہو تو یہ تیسرا مسئلہ ہے۔ اور یہ دو حالتوں سے خالی نہیں: یا تو وہ قولی ہو یا فعلی۔

قولی زیادتی: یعنی نماز کے دوران دنیاوی بات چیت کرنا۔ اس کا صحیح حکم یہ ہے کہ اگر نمازی جانتے بوجھتے اور ارادہ کرکے بات کرے تو اس کی نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ دلیل اس پر معاویہ بن

حکم رضی اللہ عنہ کی صحیح حدیث ہے جس میں نبی کریم ﷺنے فرمایا: "یقیناً یہ نماز ایسی ہے کہ اس میں لوگوں کی گفتگو درست نہیں، بلکہ صرف تسبیح اور تکبیر ہے."...

اور آپ ﷺنے فرمایا: "بے شک نماز کے اندر (نمازی کے لیے) مشغولیت ہے۔"

فعلی زیادتی: یعنی ایسا عمل جو نماز کی جنس سے نہیں، جیسے حرکت کرنا۔ اس میں صحیح بات یہ ہے کہ اگر حرکتیں بہت زیادہ ہوں اور مسلسل ہوں تو نماز کو باطل کر دیتی ہیں۔ لیکن اگر حرکتیں عرف کے اعتبار سے تھوڑی ہوں، جیسے تھوڑا سا آگے پیچھے ہونا، یا بچے کو اٹھا لینا اور پھر رکھ دینا، یا اس جیسی دیگر چیزیں، تو اس سے کوئی نقصان نہیں ہوگا، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

اور اگر کوئی شخص بلند آواز سے پڑھے وہاں جہاں آہستہ پڑھنا ہے، یا آہستہ پڑھ لے وہاں جہاں بلند آواز سے پڑھنا ہے، تو وہ اسی کو جاری رکھے گا اور اس میں سجدہ سہو واجب نہیں ہے، کیونکہ اس سے نماز باطل نہیں ہوتی۔ لیکن اگر وہ سجدہ کر لے تو حرج نہیں، نبی اکرم ﷺکے اس عمومی فرمان کی وجہ سے: جب تم میں سے کوئی بھول جائے تو وہ دو سجدے کرے۔"

واللہ تعالیٰ اعلم۔

پانچواں مسئلہ: اگر سجدہ سہو چھوڑ دیا جائے تو کیا حکم ہے؟

میں کہتا ہوں: اس کے دو پہلو ہیں:

اگر سجدہ سہو ایسے مقامات میں چھوڑا جہاں سجدہ واجب ہی نہیں تھا، تو اس پر کچھ لازم نہیں آتا، کیونکہ اس نے کسی واجب کو نہیں چھوڑا۔

لیکن اگر سجدہ سہو واجب تھا اور اسے چھوڑ دیا گیا، تو پھر اس سے بچاؤ ممکن نہیں، یا تو وہ سجدہ کرے یا نماز کو دوبارہ ادا کرے۔

اگر اس نے سہواً سجدہ سہو چھوڑ دیا اور قریب ہی یاد آ گیا، تو وہ سجدہ کرے گا، چاہے اس کا اصل محل سلام سے پہلے تھا یا سلام کے بعد، بہرحال اس پر واجب ہے کہ وہ اسے کرے، اگرچہ اپنے مقررہ مقام کے علاوہ کر رہا ہو، کیونکہ اس نے اسے بھول کر چھوڑ دیا۔ یہی قول امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اختیار کیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ سجدہ سہو واجب ہے جس کا حکم نبی اکرم ﷺنے دیا ہے تاکہ نماز مکمل ہو اور اس کے نقص کی تلافی ہو۔ اس لیے بندے کی ذمہ داری اس وقت تک پوری نہیں ہوتی جب تک وہ اسے ادا نہ کرے۔

اور جو چیز شرعاً واجب کی گئی ہو، وہ جہالت یا بھولنے کی بنا پر ساقط نہیں ہوتی۔ لہٰذا بندے کی ذمہ داری نہ تو نماز سے بری ہوتی ہے اور نہ اس کے واجب اجزاء سے، الا یہ کہ وہ انہیں ادا کرے۔ پس جو سجدہ سہو بھول جائے اور قریب ہی یاد آ جائے، تو وہ سجدہ کرے گا۔

اور اگر فاصلہ زیادہ ہو گیا ہو تو اس میں اختلاف ہے۔ لیکن صحیح بات ان شاء اللہ یہی ہے کہ اگر یاد آجائے تو وہ سجدہ کرے گا اور وہ کافی ہوگا۔ یہی قول ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اختیار کیا، اس بنا پر کہ صحیح مسلم میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺنے دو سجدے سہو سلام اور کلام کے بعد بھی کیے۔

اور عمران رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺنے تین رکعتوں پر نماز ختم کی اور اپنے گھر تشریف لے گئے۔ پھر ایک شخص جسے خُرَباَق کہا جاتا تھا، آپ کے پاس آیا اور بات کی۔ اس کے بعد نبی کریم ﷺغصے میں نکلے، اور لوگوں سے پوچھا: کیا یہ سچ کہتا ہے؟ انہوں نے

کہا: جی ہاں۔ تو آپ ﷺنے وہ رکعت پڑھ لی جو باقی رہ گئی تھی۔ اور یہ فاصلہ عرفاً طویل تھا۔اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ نبی اکرم ﷺنے دو رکعت پر سلام پھیر دیا، پھر آپ مسجد میں ایک لکڑی کے ستون کی طرف گئے اور اس پر ٹیک لگا لی۔ اس دوران لوگ تیزی کے ساتھ مسجد سے نکلنے لگے۔ تو ایک صحابی جنہیں "ذو الیدین" کہا جاتا تھا، عرض کیا: "یا رسول اللہ! کیا آپ بھول گئے یا نماز ہی کم کر دی گئی ہے؟" تو آپ ﷺنے فرمایا: "نہ میں بھولا ہوں اور نہ نماز کم کی گئی ہے۔" ذو الیدین نے کہا: "کیوں نہیں! آپ بھول گئے ہیں۔" تب نبی ﷺنے صحابہ سے اس بارے میں دریافت فرمایا، تو انہوں نے کہا: "جی ہاں (آپ بھول گئے تھے)۔"

اور ابو داود کی روایت میں ہے: آپ ﷺنے سجدہ سہو اس وقت تک نہیں کیا جب تک اللہ تعالیٰ نے آپ کو یقین نہ دلایا۔ یہ واقعہ عرف کے لحاظ سے کافی لمبا وقفہ شمار ہوتا ہے۔ لوگ تیزی سے مسجد سے نکل گئے تھے، پھر یا تو وہ سب واپس آگئے یا ان میں سے کچھ واپس آگئے اور آپ ﷺکے ساتھ نماز پوری کی، یا پھر انہوں نے سنت کے علم میں آنے کے بعد اپنی نمازیں خود مکمل کر لیں۔ دونوں صورتوں میں انہوں نے نماز سلام پھیرنے کے بعد، مسجد سے نکلنے کے بعد اور زیادہ عمل کرنے کے بعد پوری کی۔ اور کسی بھی صحیح سند والی روایت میں یہ بات نہیں آئی کہ نبی ﷺنے انہیں نماز دوبارہ پڑھنے کا حکم دیا ہو، باوجود اس کے کہ یہ وقفہ لمبا تھا۔

خلاصہ یہ کہ: نماز اور سجدہ سہو کے درمیان نسیان کی وجہ سے جو وقفہ آتا ہے، اس کی کوئی حد شریعت میں مقرر نہیں کی گئی۔ نہ جگہ کے اعتبار سے، نہ وقت کے اعتبار سے۔ اور اس بارے میں شریعت سے کوئی اصل موجود نہیں۔ خاص طور پر جبکہ وقت کی پیمائش بھی لوگوں کی عادات میں مختلف ہے، اس لیے "وقفہ لمبا ہے یا چھوٹا" اس کا کوئی متعین معیار نہیں۔ نہ ہی اس پر کوئی شرعی دلیل آئی ہے۔ اور نہ ہی شریعت نے سجدہ سہو اور نماز کی بنا پر لمبے یا چھوٹے وقفے میں فرق کیا ہے، نہ مسجد سے نکلنے یا مسجد میں رہنے میں۔

جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے کہ نبی اکرم ﷺخود مسجد سے نکلے، اپنے گھر میں تشریف لے گئے، صحابہ میں گفتگو بھی ہوئی، پھر آپ واپس آئے اور نماز پر بنا کیا۔ اسی طرح لوگ مسجد سے تیزی سے نکل گئے تھے، مگر پھر بھی یہ نقل نہیں کیا گیا کہ آپ ﷺنے انہیں نماز دوبارہ پڑھنے کا حکم دیا ہو، حالانکہ ہم جانتے ہیں کہ ان تک سنت پہنچ گئی تھی۔

اور اصول یہی ہے کہ نماز کسی قول یا فعل سے باطل نہیں ہوتی مگر اس پر کوئی واضح دلیل ہو۔

پس صحیح بات ان شاء اللہ یہی ہے کہ: جس پر سجدہ سہو واجب ہو اور وہ اسے چھوڑ دے، تو یہ سجدہ اس کے ذمہ سے ساقط نہیں ہوتا، بلکہ واجب ہے کہ وہ اسے ادا کرے۔ چاہے قریب میں یاد آئے یا لمبے وقفے کے بعد، بہرحال وہ دو سجدے کرے۔ یہی وہ بات ہے جس پر سنت صحیحہ دلالت کرتی ہے۔اور ہم ان سے جو یہ قید لگاتے ہیں کہ "جب تک مسجد سے باہر نہ نکلے"، کہتے ہیں: نبی ﷺخود مسجد سے نکلے اور لوگ بھی نکل گئے تھے، پھر بھی سب نے اپنی نماز پوری کی۔ اس لیے یہ قید سنت کے خلاف ہے۔

اور جو یہ قید لگاتے ہیں کہ "جب تک وقفہ لمبا نہ ہو"، تو ہم ان سے کہتے ہیں: ہمیں اس وقفے کی ایک متعین مقدار بتائیے تاکہ ہم اسی کے مطابق عمل کریں۔ اگر وہ کہیں کہ "جتنا وقفہ نبی ﷺکے عمل کے مطابق ہے وہ لمبا نہیں اور جو اس سے زیادہ ہے وہ لمبا ہے"، تو ہم کہتے ہیں: آپ نے ہمیں کوئی ناپ تول والا معیار نہیں دیا، کیونکہ ہمیں تو یہ بھی معلوم نہیں کہ نبی ﷺاپنے گھر جانے، واپس آنے، لوگوں سے سوال کرنے اور ستون پر ٹیک لگانے میں کتنا وقت لگا تھا۔

چنانچہ یہ ایک ایسا وقفہ ہے جس کا ہم صحیح وقت معلوم نہیں کر سکتے تاکہ اس پر دوسروں کو قیاس کریں، اور لوگوں کے عرف میں بھی وقفے کا لمبا یا چھوٹا ہونا مختلف ہوتا ہے، اس لیے یہ چیز کسی طرح قابو میں نہیں آ سکتی۔ بلکہ ہم اس سے بڑھ کر یہ کہتے ہیں کہ: وقفے کے لمبے یا چھوٹے ہونے کا اعتبار کرنے کی کوئی شرعی بنیاد نہیں ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ جب نبی اکرم ﷺنے نماز اور اس کے مکمل کرنے اور سجدہ سہو کے درمیان وقفہ کیا، تو آپ ﷺنے یہ نہیں فرمایا: "میں نے اس لیے سجدہ اور تکمیل کی ہے کہ یہ وقفہ چھوٹا تھا، لیکن اگر وقفہ لمبا ہو جائے تو نماز دوبارہ پڑھو۔" اگر آپ ﷺیہ فرما دیتے تو ہم کہتے: "سمعنا وأطعنا (ہم نے سنا اور مان لیا)" لیکن چونکہ آپ نے ایسا نہیں فرمایا، حالانکہ اس وقت اس بات کی سخت ضرورت تھی اور شریعت میں کسی چیز کو اس کے وقتِ ضرورت پر بیان کرنے میں تاخیر کرنا جائز نہیں، تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ اگر وقفے کی طوالت یا کمی کا اعتبار ہوتا تو نبی ﷺضرور اس کا ذکر کرتے، کیونکہ آپ تشریع (قانون سازی) کے مقام پر تھے۔ اسی وجہ سے اور دوسری وجوہات کی بنا پر غور و فکر کے بعد ہم نے اسی قول کو راجح قرار دیا ہے جو پہلے بیان ہوا۔اب اگر آپ یہ کہیں: یہ حکم تو اس وقت ہے جب کوئی شخص سجدہ سہو بھول کر چھوڑ دے، لیکن اگر کوئی جان بوجھ کر (عمداً) چھوڑ دے تو کیا حکم ہے؟

تو میں کہتا ہوں: سجدہ سہو کا حکم اس لیے دیا گیا ہے کہ نماز میں جو کمی یا زیادتی یا شک واقع ہوا ہے، اس کی تلافی کی جائے۔ نبی اکرم ﷺنے اس کا حکم دیا ہے اور آپ اس پر ہمیشہ عمل کرتے رہے ہیں۔ پس اگر کوئی شخص سجدہ سہو کو جان بوجھ کر چھوڑ دیتا ہے تو وہ دراصل نماز کے ایک حصے کو چھوڑ رہا ہے۔ اور جس نے نماز کے کسی حصے کو جان بوجھ کر چھوڑ دیا تو اس کی نماز باطل ہو جاتی ہے۔ جیسے اگر کوئی شخص جان بوجھ کر نماز ہی چھوڑ دے یہاں تک کہ اس کا وقت نکل جائے، تو اس کا قضا کرنا مشروع نہیں ہے۔ کیونکہ جو عبادت وقت کے ساتھ معین ہے، وہ جان بوجھ کر وقت گزرنے سے فوت ہو جاتی ہے، سہواً نہیں۔اور اس لیے بھی کہ نبی اکرم ﷺنے سلام کے بعد والے سجدہ سہو کے بارے میں فرمایا: "فليتحر الصواب وليتم عليه ثم يسلم ثم يسجد" یعنی صحیح بات کی تحقیق کرے، اس پر اپنی نماز مکمل کرے، پھر سلام پھیرے اور پھر سجدہ کرے۔ اور نبی ﷺنے سلام سے پہلے والے سجدہ سہو کے بارے میں فرمایا: "وليسجد سجدتين قبل أن يسلم" یعنی سلام سے پہلے دو سجدے کرے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یاد ہونے کی حالت میں یہ عمل واجب ہے، پس جان بوجھ کر ان اوامر کی مخالفت کرنا جائز نہیں۔

رہا مسئلہ جاہل اور بھولنے والے کا تو اس پر پہلے کلام گزر چکا ہے۔

پس اگر کوئی جان بوجھ کر، علم رکھتے ہوئے، سلام پھیر دے اور سلام سے پہلے والے سجدہ سہو کو چھوڑ دے تو وہ دراصل نماز کے ایک واجب کو چھوڑ بیٹھا اور اس کی تلافی بھی عمداً نہ کی، تو اس کی نماز باطل ہے کیونکہ اس نے نبی ﷺکے حکم کی مخالفت کی۔ اور اگر کسی نے بعد السلام والے سجدہ سہو کو نہیں کیا حالانکہ وہ اس کا محل تھا، تو اس کی نماز بھی باطل ہو گی کیونکہ اس نے سلام اور سجدے کے درمیان جو تسلسل ہونا چاہیے تھا اسے علم و عمد کے ساتھ توڑا۔ اس طرح اس نے نبی ﷺکے حکم کی مخالفت کی اور ایسا کام کیا جو نبی ﷺکے طریقے پر نہیں تھا، کیونکہ آپ ﷺنے سلام کے بعد صرف سجدہ سہو کرنے کی اجازت دی ہے اور اسے سلام کے فوراً بعد کرنے کا حکم دیا ہے، جیسا کہ مذکورہ حدیث میں ہے۔

پس جب کوئی شخص جان بوجھ کر بات کرے، یا کھڑا ہو جائے، یا کوئی اور ایسا عمل کرے جو تسلسل کو توڑ دے اور یہ سب علم و عمد کے ساتھ اور بلا عذر کرے تو اس کی نماز باطل ہو جاتی ہے، بالکل اسی طرح جیسے اگر کوئی شخص جان بوجھ کر سلام سے پہلے کے سجدہ سہو کو

چھوڑ دے تو اس کی نماز باطل ہو جاتی ہے۔ کیونکہ جو جان بوجھ کر مخالفت کرے وہ عذر یا معافی کا اہل نہیں ہوتا۔ایسے شخص پر لازم ہے کہ وہ نماز دوبارہ پڑھے اور اس بات پر بھی توبہ کرے کہ اس نے اپنی پہلی نماز کو جان بوجھ کر اور علم رکھتے ہوئے ضائع کیا۔ یہی رائے میرے نزدیک عام اور خاص دلائل کے مطابق ہے۔ میں اللہ تعالیٰ سے استغفار اور توبہ کرتا ہوں اپنی غلطیوں سے، اور اللہ ہی خطاؤں کو معاف کرنے والا ہے۔ وہی سب سے بلند اور سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔

مسئلہ ششم

(مقتدی پر سجدہ سہو نہیں ہے، اگر امام بھول جائے تو وہ سجدہ کرے گا اور جو مقتدی اس کے ساتھ تھا اس پر بھی وہی سجدہ لازم ہوگا)

فقہاء کے نزدیک بنیادی قاعدہ یہ ہے کہ مقتدی امام کا تابع ہوتا ہے، لہٰذا مقتدی کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے کسی عمل میں امام کی مخالفت کرے۔ جیسا کہ نبی اکرم ﷺنے فرمایا:"امام اس لیے بنایا گیا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے، پس اس کی مخالفت نہ کرو۔ جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو، لیکن اس سے پہلے تکبیر نہ کہو۔ جب وہ رکوع کرے تو تم رکوع کرو، لیکن اس سے پہلے رکوع نہ کرو۔ جب وہ سجدہ کرے تو تم سجدہ کرو، لیکن اس سے پہلے سجدہ نہ کرو" (اسے ابو داود نے روایت کیا ہے اور اس کی اصل بخاری و مسلم میں ہے)۔

یہ قاعدہ کلی طور پر جاری ہے سوائے اس کے جسے کسی دلیل نے مستثنیٰ قرار دیا ہو۔ اس لیے مقتدی کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے امام کی مخالفت کرے، نہ قیام میں، نہ قعود میں، نہ رکوع اور نہ ہی سجدہ میں۔ بلکہ مقتدی پر لازم ہے کہ وہ اپنے امام کی ہر حالت میں پیروی کرے، چاہے اس کی وجہ سے کوئی واجب چھوٹ جائے یا کوئی رکن زائد ہو جائے، یہ معاف ہے۔

مثلاً اگر کوئی مقتدی چار رکعت والی نماز میں امام کے ساتھ شامل ہو اور اس کی ایک رکعت فوت ہو چکی ہو تو اسے امام کی متابعت کی وجہ سے تشہد چھوٹ جائے گا۔ بلکہ دوسری مثال یہ کہ جب وہ امام کے ساتھ دوسری رکعت کے بعد بیٹھتا ہے تو یہ بیٹھنا دراصل زائد رکن ہے، کیونکہ امام کے لیے یہ تشہدِ اول ہے، لیکن مقتدی کے لیے چونکہ وہ صرف ایک رکعت پڑھ چکا ہے اس لیے یہ اس کے حق میں تشہدِ اول نہیں، بلکہ محض زائد قعود ہے، مگر یہ اس نے امام کی متابعت میں کیا اور اس کی ذمہ داری امام پر ہے۔ اسی طرح اگر امام بھول کر تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہو جائے اور تشہدِ اول بیٹھنا چھوڑ دے، تو مقتدی بھی امام کی موافقت میں کھڑا ہو گا، خواہ وہ عمداً ہی کیوں نہ بیٹھے۔ اس طرح کی کئی صورتیں موجود ہیں جو یہ واضح کرتی ہیں کہ مقتدی کے لیے امام کی پیروی فرض ہے اور اس کے بغیر مقتدی کی نماز درست نہیں ہوتی۔پس مقتدی کی نماز، امام کی نماز کی تابع ہے، اور اس پر اقتداء لازم ہے۔ جب یہ بات سمجھ میں آ جائے تو جان لو کہ امام کی نماز میں جو خلل واقع ہوتا ہے وہ مقتدی کی نماز میں بھی خلل شمار ہوتا ہے، میرا مطلب ہے وہ خلل جو ظاہر ہو۔ لیکن مقتدی کی نماز میں اگر کوئی خلل واقع ہو تو وہ امام کی نماز میں خلل شمار نہیں ہوتا، کیونکہ امام متبوع (جس کی پیروی کی جاتی ہے) ہے اور مقتدی تابع ہے۔جب یہ بات اچھی طرح سمجھ لو تو جان لو کہ اگر نماز میں سہو مقتدی سے، امام کے پیچھے، واقع ہو جائے تو مقتدی پر سجدہ سہو واجب نہیں ہے، بلکہ امام اس کی طرف سے اس کو برداشت کرتا ہے۔ اس کی کئی وجوہ ہیں:

1 . عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث ہے: مقتدی پر سہو نہیں ہے، اگر امام بھول جائے تو سجدہ سہو اس پر ہے اور اس کے پیچھے والوں پر بھی ہے۔

لیکن یہ حدیث ضعیف ہے اور اس سے حجت قائم نہیں ہوتی۔

2 .یہ بات بھی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی ایک کے بارے میں یہ منقول نہیں کہ وہ نبی ﷺکے پیچھے نماز پڑھتے ہوئے اپنی طرف سے سجدہ سہو کرتے ہوں۔ حالانکہ ہمیں یقین ہے کہ ان میں سے بعض سے نماز میں سہو ضرور واقع ہوتا ہوگا، لیکن اس کے باوجود کبھی یہ ثابت نہیں کہ انہوں نے اپنی طرف سے سجدہ سہو کیا ہو۔ اس پر سب کا اجماع ہے کہ اگر مقتدی سے سہو ہو تو وہ اپنے طور پر سجدہ سہو نہیں کرے گا بلکہ اس کا بوجھ امام پر ہوگا۔اور ان دلائل میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اگر مقتدی (نمازی) اپنے امام کے پیچھے سجدۂ سہو کرے تو دو ہی صورتیں ہیں: یا تو وہ سجدہ سلام سے پہلے کرے گا یا سلام کے بعد۔

اگر وہ سلام سے پہلے کرے تو اس کا یہ سجدہ امام کی مخالفت اور اس کی اقتدا کو چھوڑنے کے مترادف ہوگا، حالانکہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "امام اس لیے بنایا گیا ہے کہ اس کی اقتدا کی جائے، لہٰذا اس کی مخالفت نہ کرو"۔ پس یہ عمل امام کی مخالفت شمار ہوگا۔ اور اگر وہ سجدہ سلام کے بعد کرے تو یہ بھی امام کی مخالفت ہے، کیونکہ وہ ایسا عمل کر رہا ہے جو امام نے نہیں کیا۔ اسی طرح یہ بھی ثابت ہے کہ صحیح مسلم میں نبی ﷺ نے فرمایا: "امام ڈھال ہے" یعنی وہ اپنے پیچھے والوں کی نماز کو نقصان یا بطلان سے بچانے والا ہے۔

پس یہ تمام دلائل اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ مقتدی کے سہو (بھول) کا کوئی اعتبار نہیں۔ یہی مذہب میں مشہور قول ہے اور جمہور علماء کا بھی یہی موقف ہے۔

البتہ اگر امام سہو کرے تو یہ سہو اس کی اپنی نماز کو بھی متاثر کرتا ہے اور مقتدیوں کی نماز کو بھی، کیونکہ ان کی نماز امام کی نماز سے جڑی ہوئی ہے۔اسی وجہ سے جب نبی ﷺ نے دو رکعت پر سلام پھیر دیا تھا تو آپ ﷺ نے نماز مکمل کی اور سجدۂ سہو کیا۔ حالانکہ صحابہ کرام کو خود کوئی سہو نہیں ہوا تھا۔ اسی طرح باقی مواقع پر بھی جب آپ ﷺ سے سہو ہوا تو صحابہ کرام کو سہو نہیں ہوا تھا، بلکہ انہوں نے دورانِ نماز آپ کو متوجہ بھی نہیں کیا کیونکہ وہ یہ سمجھتے تھے کہ شاید حکم میں کمی یا زیادتی کر دی گئی ہے (چونکہ اس وقت شریعت نازل ہو رہی تھی)۔ لیکن پھر بھی انہوں نے نبی ﷺ کے ساتھ سہو میں متابعت کی اور آپ ﷺ کے ساتھ سجدۂ سہو کیا۔

یہ سب اس بات کی دلیل ہے کہ ان کی نماز نبی ﷺ کی نماز کے ساتھ مربوط تھی اور آپ ﷺ کے عمومی فرمان کے تحت بھی آتی ہے: "امام اس لیے بنایا گیا ہے کہ اس کی اقتدا کی جائے، لہٰذا اس کی مخالفت نہ کرو"۔پس اگر امام سجدہ کرے اور مقتدی نہ کرے تو یہ بھی واجب امر میں مخالفت شمار ہوگی، جو ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص نماز کے دوران سجدے میں امام کی مخالفت کرے۔ یہاں تک کہ ہمارے سامنے دو باتیں اچھی طرح واضح ہو گئیں:

1 .مقتدی پر سجدۂ سہو لازم نہیں اگر اس سے سہو امام کے پیچھے ہوا ہو۔

2 .اگر امام سے سہو ہو تو اس کا اثر امام اور مقتدی دونوں کی نماز پر پڑے گا۔

لیکن اب دو اہم سوال باقی ہیں:

پہلا سوال: کیا جب امام سہو کرے تو سب مقتدیوں پر سجدۂ سہو کرنا لازم ہوگا یا نہیں؟

دوسرا سوال: اگر مسبوق (یعنی جس نے امام کے ساتھ پوری نماز نہیں پائی) سہو کرے تو اس کا کیا حکم ہے؟

ان دونوں سوالات کا جواب یہ ہے کہ یہ بہت اہم ہیں اور اس ضابطے کے مکمل بیان کا حصہ ہیں۔

پس پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ اگر امام سے سہو ہوا تو وہ اس پر بھی لازم ہوگا اور ان مقتدیوں پر بھی جو امام کے ساتھ نماز میں شریک ہیں۔ یہی اس ضابطے کا صریح مطلب ہے۔

چنانچہ جو شخص شروع سے امام کے ساتھ نماز میں شامل ہے وہ امام کے ساتھ سہو میں شریک ہوگا، اور اس صورت میں اس پر سجدۂ سہو کرنا لازم ہے، خواہ یہ سجدہ سلام سے پہلے ہو یا سلام کے بعد۔ لیکن اگر مسبوق (یعنی وہ مقتدی جس نے نماز امام کے ساتھ پوری نہیں پائی) سجدۂ سہو سے محروم رہ گیا ہو، جیسے امام سے سجدۂ سہو پہلی رکعت میں لازم ہوا اور وہ دوسری رکعت میں آ کر شامل ہوا، تو اس صورت میں اس پر سجدہ واجب نہیں ہوگا۔

اگر سجدہ سہو سلام سے پہلے ہو، تو مسبوق امام کے ساتھ سجدہ نہ کرے، کیونکہ اگر وہ امام کے ساتھ سلام پھیر دے حالانکہ اس کی نماز باقی ہے تو اس کی نماز ٹوٹ جائے گی۔ اور اگر سجدہ سلام کے بعد ہو، تو بھی اس پر واجب نہیں، کیونکہ اس نے اپنے امام کے ساتھ سہو پایا ہی نہیں۔ گویا اس نے امام کی نماز کے اس حصے کو نہیں پایا جس میں خلل آیا تھا، لہٰذا اس پر سجدہ لازم نہیں۔ پس ہمارے پاس یہ تین حالتیں ہوئیں:

پہلی حالت: اگر مقتدی امام کے ساتھ شروع سے شامل ہوا اور اس کی کوئی رکعت فوت نہ ہوئی، تو اس پر امام کے ساتھ سجدہ سہو لازم ہے، چاہے وہ سلام سے پہلے ہو یا بعد میں۔

دوسری حالت: اگر مسبوق نے امام کا سہو پایا تو اس پر بھی امام کے ساتھ سجدہ کرنا واجب ہے، خواہ سہو سلام سے پہلے ہو یا بعد میں، کیونکہ اس نے امام کا سہو پایا ہے۔ لیکن اگر وہ سہو ایسا ہے جس کا سجدہ سلام کے بعد ہے تو وہ مسبوق امام کے ساتھ سجدہ نہ کرے، کیونکہ اس کی نماز ابھی باقی ہے۔ بلکہ جب وہ اپنی نماز پوری کر کے سلام پھیرے گا تو اس پر لازم ہے کہ سجدہ سہو کرے۔

تیسری حالت: اگر مسبوق نے امام کا سہو پایا ہی نہیں، تو اگر امام کا سجدہ سلام سے پہلے ہے تو اس پر لازم ہے کہ امام کی متابعت کرے، کیونکہ امام کی مخالفت حرام ہے اور اقتداء ابھی باقی ہے۔ لیکن اگر امام کا سجدہ سلام کے بعد ہے تو اس کے لیے امام کی متابعت جائز نہیں، کیونکہ اس کی نماز ابھی باقی ہے۔ پھر جب وہ اپنی نماز پوری کرے گا تو اس پر سجدہ سہو واجب نہیں ہوگا، کیونکہ اس نے امام کا سہو پایا ہی نہیں۔ اور جس حصے میں امام کی نماز میں خلل آیا تھا وہ مسبوق نے پایا ہی نہیں، لہٰذا اس پر مطالبہ نہیں ہوگا۔یہ تو رہا پہلا سوال۔

اب دوسرا سوال یہ ہے: اگر مسبوق خود سہو کر بیٹھے تو اس کا کیا حکم ہے؟

اس کی بھی دو حالتیں ہیں:

پہلی حالت: اگر امام کے سلام پھیرنے کے بعد (یعنی جدائی کے بعد) اس سے سہو ہوا، تو اس پر سجدہ سہو لازم ہے جہاں لازم ہوتا ہے، کیونکہ اب وہ منفرد کے حکم میں ہے۔ کیونکہ امام کے سلام کے ساتھ ہی مقتدی کی اقتداء ختم ہو جاتی ہے۔

دوسری حالت: اگر مسبوق کا سہو امام کے پیچھے ہوا، تو یہاں ہم کہتے ہیں: ہر وہ شخص جو ایسا سہو کرے جس کی وجہ سے سجدہ سہو لازم ہو تو اس پر سجدہ سہو واجب ہے۔ اور یہ واجب اسی

وقت تک ہے جب تک ادا کرنا ممکن ہو۔ اگر ممکن نہ ہو تو معاف ہے، کیونکہ واجبات عجز کی حالت میں ساقط ہو جاتے ہیں۔

پس اگر مسبوق نے امام کے پیچھے رہتے ہوئے کوئی کمی، زیادتی یا شک کیا تو اس پر سجدہ سہو واجب ہے، لیکن ساتھ ساتھ اسے امام کی متابعت بھی کرنی ہے۔ البتہ امام کے سلام کے بعد وہ مقتدی نہیں رہتا بلکہ منفرد ہو جاتا ہے، اور منفرد کے احکام اس پر لاگو ہوتے ہیں۔ لہٰذا جب وہ اپنی نماز پوری کرے اور اس پر سجدہ سہو لازم ہو، اور اس کے ادا کرنے میں کوئی رکاوٹ نہ ہو، تو اس پر لازم ہے کہ وہ سجدہ سہو کرے۔ اب اگر یہ سوال کیا جائے: کیا مقتدی پر سجدہ سہو واجب ہے؟ تو میرا جواب ہے: جی ہاں، واجب ہے۔

پھر اگر سوال ہو کہ جب تم ضابطے میں یہ کہہ رہے ہو کہ "مقتدی پر سجدہ سہو نہیں" اور پھر دلیل سے یہ بھی ثابت کرتے ہو کہ اگر مقتدی امام کے پیچھے سہو کرے تو اس پر سجدہ لازم نہیں، تو اس کی وجہ کیا ہے؟

تو جواب یہ ہے: جی ہاں، ہم نے یہ پہلے بیان کیا تھا، لیکن وہ اس حالت میں تھا جب سجدہ سہو امام کی متابعت کے خلاف ہو۔ اور یہ تب ہوتا ہے جب مقتدی شروع سے امام کے ساتھ شامل ہو۔ تو ایسی حالت میں سجدہ سہو اگرچہ واجب تھا لیکن متابعت کے عذر کی وجہ سے ساقط ہو گیا۔

البتہ مسبوق کے معاملے میں یہ عذر موجود نہیں ہے، لہٰذا ہم کہتے ہیں کہ اس پر سجدہ سہو کرنا واجب ہے۔ واللہ أعلم۔

پس اس پورے ضابطے کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ دو اصول پر مشتمل ہے:

1. اگر مقتدی امام کے پیچھے سہو کرے اور اس کا سجدہ متابعت کے منافی ہو، تو اس پر سجدہ واجب نہیں۔

2. اگر امام سہو کرے تو اس پر بھی سجدہ واجب ہے اور ان سب پر بھی جو اس سہو کے وقت اس کے ساتھ شریک تھے، البتہ جو شریک نہ تھے ان پر نہیں۔

یہ بات بالکل واضح ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔